رسالہ

الکشف شافیا حکم فونوجرافیا

۱۳۲۸ھ

(فونوگراف (گراموفون) کے حکم کے بارے میں تسلی بخش وضاحت)

مسئلہ ۱۸۳ از ریاست رامپور محلہ چاہ شور ۱۲ رمضان مبارک ۱۳۲۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فونوگراف سے قرآن مجید سننا اور اس میں قرآن شریف کا بھرنا اور اُس کام کی نوکری کرکے یا اُجرت لے کر یا ویسے ہی اپنی تلاوت کا اُس میں بھروانا جائز ہے یا نہیں اور اشعارِ حمد و نعت کے بارہ میں کیا حکم ہے اور عورات کے ناچ گانے یا مزامیر کی آواز اُس سے سُننا بھی ایسا ہی حرام ہے جس طرح اُس سے باہر سُننا یا کیا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

الحمد للہ الذی انزل القراٰن ذکرا للعٰلمین واغنانا بہ عن الغنا الخبیث و لھو الحدیث و ملاھی المبطلین وحرم بغیرتہ و رحمتہ

سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے کہ جس نے تمام جہانوں کی پند و نصیحت کے لئے قرآن مجید نازل فرمایا اور اس کی برکت سے ہمیں خبیث گانوں، کھیل کی باتوں اور اہلِ باطل کے کھیل و تماشوں سے بے نیاز کردیا، اور اپنی غیرت اور رحمت کی وجہ سے

الفواحش والفتن ما ظهر منها وما بطن والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا ومولٰینا محمد سید المرسلین المبعوث بزھق المعازف والمزامیر وکل لھو مھین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ الذین ھم لعھدھم بتعظیم الذکر راعون وبلا طمع اجرۃ ولا کراء موفون المنتجبین المجتنبین عن لھو الحدیث الذین میز اللہ بسعیھم ورعیھم الطیب من الخبیث ما اطرب الورقاء بالالحان وغنی القری فی الافنان اٰمین!

فحش (یعنی بیحیائی کے کام) اور کھلے اور پوشیدہ فتنے حرام کردئے۔ اور درود وسلام ہمارے آقا ومولیٰ پر ہو جو محمد (کریم) تمام رسولوں کے سردار اور مقتدا ہیں کہ جن کو گانے بجانے کے آلات واسباب اور ہر ذلیل کھیل وتماشہ کے مٹانے (اور ختم کرنے) کےلئے بھیجا گیا (نیز درود وسلام) ان کی تمام آل اور تمام ساتھیوں پر ہو کر جو تعظیم ذکر کی وجہ سے اپنے عہد وپیمان کی رعایت کرتے رہے۔ اور یہ بغیر لالچ اجرت اور کرایہ کے عہد پورا کرتے ہیں وہ شرافت رکھنے والے اور کھیل کی باتوں سے بچنے والے تھے۔ یہ وہ پاکیزہ لوگ تھے کہ جن کی کوشش اور رعایت کرنے سے اللہ تعالیٰ نے پاک کو ناپاک سے الگ اور جُدا کردیا (اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے) جب تک فاختائیں خوش الحانی سے بولتی رہیں اور قمریاں شاخوں پر (جھوم کر) گیت گاتی اور خوش آوازی کرتی رہیں یا اللہ! اس دُعا کو شرفِ قبولیت سے نواز دے۔ (ت)

اس مسئلہ حادثہ میں کلام سے پہلے ایک مبحث جلیل کی تمہید ضرور جس پر انکشافِ احکام مقصور، وہ فوٹوگراف سے فونوگراف کا اظہار فرق ہے فوٹو کی تصویر اپنی ذی الصورہ سے مباین اور اس کی محض ایک مثال وشبیہ ہوتی ہے بخلاف اس آلہ کے کہ اس میں اگر کسی قاری کی تلاوت بھری گئی تو اس میں حقیقۃً قرآن عظیم ہی ودیعت ہوا اور اس سے جو سُنا جائے گا وہ حقیقتًا اُسی قاری کی آواز ہوگی اور اس سے جو ادا ہوا وہی قرآن عظیم ہوگا جو اس نے پڑھا نہ یہ کہ مسموع اس کی آواز کی کوئی حکایت وتصویر ہو اور یہ جو ادا ہوا قرآن مجید نہ ہو اس کی مثال ونظیر ہو یُوہیں اگر آلاتِ طرب وغیرہا کی آواز ہے تو وہ بھی حقیقۃً وہی آواز ہے نہ کہ اس کا نشان وپرداز،

کما توھمہ بعض فضلاء العصر وھو العلامۃ السید محمد عبد القادر الاھدل الشافعی المقیم الاٰن بحدیدۃ اذجمع فیہ رسالۃ سماھا

جیسا کہ بعض فضلائے زمانہ کو وہم ہوگیا (اور مغالطہ لگ گیا) اور وہ علامہ سید محمد عبد القادر اہدل شافعی ہیں جو آجکل حدیدہ میں رہائش پذیر ہیں، انھوں نے اس موضوع پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا کہ انھوں نے

"القول الواضح فی رد الخطاء الفاضح"
زعم فیها ان ما یسمع من
ذلك الصندوق لیس اصوات الاصل
ولا مساویا لها انما یشبهها
فی اصل الصوت کالصدا و
هولها کالخیال من عالم
المثال وبنی علیه جواز ان
تسمع منه اصوات الآلات اذ
ماهی هی وما یتعدی حکم
الاصل الی الحکایة کما قال ابن حجر
المکی وغیره فی رؤیة صورة عورة
المرأة فی المرأة وقد کنت
کتبت فی ابطال هذا الوهم عدة
فی مکة المکرمة فی صفر سنة ۱۳۲۴ھ حین
عرض علیّ صاحبنا الفاضل الکامل
النبیل النبیه ذو قلب فقیه و
طبع وقاد وذهن نقاد الشیخ
محمد علی المکی المالکی امام المالکیة
ومدرس المسجد الحرام ابن
مفتیهم بها مولینا العلامة
المرحوم بکرم الله تعالیٰ الشیخ
حسین الازهری المکی
رسالة له فی هذا الباب
سماها "انوار الشروق فی
احکام الصندوق" وهو حفظه الله

اس کا نام القول الواضح فی رد الخطاء الفاضح
(یعنی بالکل واضح اور ظاہر بات، رسوا کرنیوالی خطا
کے بیان میں) رکھا پس انھوں نے اس میں یہ خیال کیا کہ
جو کچھ اس صندوق سے سُنائی دیتا ہے وہ اصل
آواز اور اُس کے مساوی نہیں بلکہ وہ اصل آواز
کی شبیہہ ہے۔ جیسے آواز بازگشت اور اس کی
گونج، جیسے خیال، عالم مثال سے ہے۔ اور اس پر یہ
بنیاد رکھی کہ آلات سے آوازیں سُننی جائز ہیں، کیونکہ
وہ آوازیں اصلی اور حقیقی آوازیں نہیں اور حکمِ اصل،
حکایت کی طرف متجاوز نہیں ہوتا۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر
وغیرہ نے ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ آئینہ میں جائے ستر
کی صورت کا دیکھنا۔ اور میں نے اس وہم کو باطل
قرار دینے پر چند اوراق مکہ مکرمہ کی اقامت کے زمانے
ماہِ صفر ۱۳۲۴ھ میں تحریر کئے جب میرے
سامنے ہمارے دوست (ساتھی) کامل، فاضل،
شریف، سمجھدار، فقیہ دل رکھنے والے، بھڑکیلی
طبیعت اور ناقد ذہن رکھنے والے، شیخ محمد علی مکی،
مالکی (امام مالک کے پیروکار) جو کہ مذہب امام
مالک رکھنے والوں کے امام اور مسجد حرام میں مدرس
اور وہاں اُن کے مفتی کے صاحبزادے ہیں۔ اور
وہ مولانا علامہ، اللہ تعالےٰ کے کرم سے اُن پر
رحم کیا جائے، شیخ حسین ازہری، مکی ہیں۔ اس
باب میں اپنا ایک رسالہ بنام انوار الشروق فی
احکام الصندوق (یعنی چمکیلے انوار، صندوق کے
احکام شرعی کے بیان میں) انھوں نے مجھے پیش کیا اللہ تعالیٰ

تعالیٰ اجاد فی تحریم سماع الطرب المعتاد لاھل الفساد من فونو غرافیا و بینہ بیانا کافیا و ذھب ایضا الیٰ تحریم سماع القراٰن العظیم مطلقا منہ وستحقق الامر فیہ کما ستری ان شاء اللہ تعالیٰ۔

انکی حفاظت فرمائے کہ انھوں نے اہلِ فساد کے لئے فونوگراف سے راگ سننے کی حرمت بیان کرنے میں کمال کردیا (بہت اچھا رول ادا کیا) اور کافی بیان فرمایا اور اِس طرف بھی گئے ہیں کہ اُس سے مطلقاً قرآن عظیم سُننا حرام ہے ہم انشاءاللہ تعالےٰ عنقریب اس امر کی تحقیق پیش کریں گے جیسا کہ تُو دیکھ رہا ہے۔ (ت)

یہاں ہم کو دو باتیں بیان کرنی ہیں، ایک یہ کہ فونو سے جو سُنی جاتی ہے وہ بعینہٖ اُسی آواز کنندہ کی آواز ہوتی ہے جس کی صوت اس میں بھری ہے قاری ہو خواہ متکلم خواہ آلۂ طرب وغیرہا۔ دوسرے یہ کہ بذریعۂ تلاوت جو اس میں ودیعت ہوا پھر تحریک آلہ جو اس سے ادا ہوگا سُنا جائے گا حقیقۃً قرآن عظیم ہی ہے۔ ان دونوں دعووں کو دو **مقدموں** میں روشن کریں و باللہ التوفیق (اللہ تعالےٰ ہی کے کرم سے حصولِ توفیق ہے۔ ت):

مقدمہ اُولیٰ کا بیان ان امور کی تحقیق چاہتا ہے

(۱) آواز کیا چیز ہے؟

(۲) کیونکر پیدا ہوتی ہے؟

(۳) کیونکر سننے میں آتی ہے؟

(۴) اپنے ذریعہ حدوث کے بعد بھی باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہوجاتی ہے۔

(۵) کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے۔

(۶) آواز کنندہ کی طرف اُس کی اضافت[عہ] کیسی ہے وہ اس کی صفت ہے یا کس چیز کی۔

(۷) اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں۔

ہم اس بحث کو بعونہٖ تعالیٰ ایسی وجہ پر تقریر کریں کہ ساتوں سوالوں کا جواب اُسی سے منکشف ہو **فاقول** و باللہ التوفیق (اللہ تعالےٰ کی توفیق ہی سے میں کہتا ہوں۔ ت) ایک جسم کا دوسرے سے بقوت ملنا جسے قرع کہتے ہیں یا بسختی جدا ہونا کہ قلع کہلاتا ہے جس ملائے لطیف مثل ہوا یا آب میں واقع ہو اس کے اجزائے مجاورہ میں ایک خاص تشکل و تکیف لاتا ہے اسی شکل و کیفیت

عہ یعنی صفت کی اضافت ہے موصوف کی طرف یا فعل کے فاعل کی طرف یا کیا ۱۲ منہ

مخصوصہ کا نام آواز ہے اسی صورت قرع کی فرع ہے کہ زبان و گلوئے متکلم وقت تکلم کی حرکت ہوائے دہن کو بجا کر اس میں اشکالِ حرفیہ پیدا کرتی ہے یہاں وہ کیفیتِ مخصوصہ اس صورت خاصہ کلام پر بنتی ہے جسے قدرتِ کاملہ نے اپنے ناطق بندوں سے خاص کیا ہے، یہ ہوائے اوّل یعنی جس پر ابتداءً وہ قرع و قلع واقع ہوا جیسے صورتِ کلام میں ہوائے دہن متکلم اگر بعینہٖ ہوائے گوش سامع ہوتی تو یہیں وہ آواز سُننے میں آجاتی مگر ایسا نہیں لہٰذا حکیم عزت حکمتہ نے اس آواز کو گوشِ سامع تک پہنچانے یعنی ان تشکلات کو اس کی ہوائے گوش میں بنانے کے لئے سلسلۂ تموج قائم فرمایا، ظاہر ہے کہ ایسے نرم و تر اجسام میں تحریک سے موج بنتی ہے جیسے تالاب میں کوئی پتھر ڈالو یہ اپنے مجاور اجزائے آب کو حرکت دے گا وُہ اپنے متصل وہ اپنے مقارب کو جہاں تک کہ اس تحریک کی قوت اور اس پانی کی لطافت اقتضا کرے یہی حالت بلکہ اس سے بہت زائد ہوا میں ہے کہ وہ لینت و رطوبت میں پانی سے کہیں زیادہ ہے لہٰذا قرع اوّل سے کہ ہوائے اوّل متحرک و متشکل ہُوئی تھی اس کی جنبش نے برابر والی ہوا کو قرع کیا اس سے وہی اشکال ہوائے دوم میں بنیں اس کی حرکت نے متصل کی ہوا کو دھکا دیا اب اس ہوائے سوم میں مرتسم ہوئیں یوں ہی ہوا کے حصے بروجہ تموج ایک دوسرے کو قرع کرتے اور بوجہ قرع وہی اشکال سب میں بنتے چلے گئے یہاں تک کہ سوراخِ گوش میں جو ایک پٹھا بچھا اور پردہ کھنچا ہے یہ موجی سلسلہ اُس تک پہنچا اور وہاں کی ہوائے متصل نے متشکل ہوکر اس پٹھے کو بجایا یہاں بھی بوجہ جوف ہوا بھری ہے اس قرع نے اس میں بھی وہی اشکال و کیفیات جن کا نام آواز تھا پیدا کیں اور اس ذریعہ سے لوحِ مشترک میں مرتسم ہوکر نفسِ ناطقہ کے سامنے حاضر ہوئیں اور محض باذن اللہ تعالٰے ادراکِ سمعی حاصل ہوا۔ الحاصل ہر شے کا سبب حقیقی ارادۂ اللہ عزّوجل ہے بے اُس کے ارادے کے کچھ نہیں ممکن اور وُہ ارادہ فرمائے تو اصلاً کسی سبب کی حاجت نہیں مگر عالمِ اسباب میں حدوث آواز کا سبب عادی یہ قرع و قلع ہے اور اس کے سُننے کا وُہ تموج و تجدد و قرع و طبع تا ہوائے جوف سمع ہے متحرک اوّل کے قرع سے ملا مجاور میں جو شکل و کیفیت مخصوصہ بنی تھی کہ شکل حرفی ہُوئی تو وہی الفاظ و کلمات تھے ورنہ اور قسم کی آواز اس کے ساتھ قرع نے بوجہ لطافت اس مجاور کو جنبش دی اس کی جنبش نے اپنے متصل کو قرع کیا اور وہی ٹھپا کہ اس میں بنا تھا اُس میں اُتر گیا یُونہی آواز کی کاپیاں ہوتی چلی گئیں اگرچہ جتنا فصل بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں تموج و قرع میں ضعف آتا جاتا اور ٹھپا ہلکا پڑتا ہے ولہٰذا دُور کی آواز کم سنائی دیتی ہے اور حروف صاف سمجھ نہیں آتے یہاں تک کہ ایک حد پر تموج کہ موجبِ قرع آئندہ تھا ختم ہو جاتا ہے اور عدمِ قرع سے اس تشکل کی کاپی برابر والی ہوا میں نہیں اُترتی آواز یہیں تک ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تموج ایک مخروطی شکل پر ہوتا ہے جس کا

قاعدہ اُس متحرک و محرک اوّل کی طرف ہے اور راس اُس کے تمام اطراف مقابلہ میں جہاں تک کوئی مانع نہ ہو جس طرح زمین، یہ مخروط ظلی اور آنکھ سے مخروط شعاعی، نہیں نہیں بلکہ جس طرح آفتاب سے مخروط نوری نکلتا ہے کہ ہر جانب ایک مخروط ہوتا ہے بخلاف مخروط ظل کہ صرف جہت مقابل جرم مضی مخروط شعاع بصر کہ تنہا سمت مواجہہ میں بنتا ہے ان مخروطات تموج ہوائی کے اندر جو کان واقع ہوں ایک ایک ٹھپا سب تک پہنچے گا سب اُس آواز و کلام کو سُنیں گے اور جو کان ان مخروطوں سے باہر رہے وہ نہ سنیں گے کہ وہاں قرع و قلع واقع نہ ہوا اور ٹھپوں کے تعدد سے آواز متعدد نہ سمجھی جائے گی یہ کوئی نہ کہے گا کہ ہزار آوازیں تھیں کہ ان ہزار اشخاص نے سنیں بلکہ یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آئی اگرچہ عند التحقیق اس کی وحدت نوعی ہے نہ کہ شخصی۔ اس تقریر سے بحمد اللہ تعالٰی وہ ساتوں سوال منکشف ہو گئے۔

(۱) آواز اس تشکل و کیفیت مخصوصہ کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم وتر میں قرع یا قلع سے پیدا ہوتی ہے قول مشہور میں کہ ہوا کی تخصیص فرمائی مواقف اور اس کی شرح میں ہے:

الصوت کیفیۃ قائمۃ بالھواء یحملھا الھواء الی الصماخ[1]

آواز ایک ایسی کیفیت (حالت) ہے جو ہوا کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ پھر ہوا ہی اسے اٹھا کر (یعنی اوپر سوار کرکے) کانوں کے پردے تک پہنچا دیتی ہے۔ (ت)

مقاصد اور اُس کی شرح میں ہے:

کیفیۃ تحدث فی الھواء بسبب تموجہ[2] الخ۔

"آواز" ایک ایسی کیفیت ہے کہ جو ہوا میں اس کی موج پیدا ہونے سے پیدا ہوتی ہے الخ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یہ نظر بہ اکثر ہے ورنہ ملائے آب میں بھی آواز سُنی جاتی ہے، دو شخص چند گز کے فاصلہ سے تالاب میں غوطہ لگائیں اور اُن میں ایک دو اینٹیں لے کر بجائے تو دوسرے کو اُن کا کھٹکا مسموع ہوتا ہے اور اس آواز کا حامل پانی ہی ہے اور کان تک موصل اُسی کا تموج کہ کہ پانی کے اندر ہوا نہیں ہوتی، ہاں پانی اتنا تر و لطیف نہیں جس قدر ہوا ہے لہذا اس کا تشکل و تادیہ دونوں بہ نسبت ملائے ہوا کے ضعیف ہوتے ہیں۔

(۲) اُس کا اور تمام حوادث کا سبب حقیقی محض ارادہ الٰہی ہے دوسری چیز اصلاً نہ مؤثر

---

[1] شرح المواقف النوع الثانی المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۶۰

[2] شرح المقاصد " دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶

نہ موقوف علیہ، اور آواز کا ظاہری و عادی سبب قریب قلع و قرع ہے۔ فقیر نے اس میں قدما کا خلاف کیا ہے عملاً بالمتیقن وتجافیا عن الجزاف (یقینی بات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اور بے تکی اور بے اصولی باتوں سے کنارہ کش ہوتے ہوئے۔ ت) وہ قلع و قرع کو سبب بعید اور تموّج کو سبب قریب بتاتے ہیں یعنی قرع سے ہوا میں تموّج ہُوا اور تموّج سے وہ شکل و کیفیت کہ مسمّٰی بہ آواز ہے پیدا ہوئی۔ مواقف و شرح میں ہے:

سبب الصوت القریب تموج الھواء[1]

آواز کا سبب قریب اس میں موج پیدا ہونا ہے۔ (ت)

مقاصد و شرح میں ہے:

تحدث بالتموج المعلول للقرع والقلع[2]

آواز ہوا کے تموّج سے پیدا ہوتی ہے جو "قرع" اور "قلع" کے لئے معلول، اور وہ دونوں اس کے حدوث کے لئے علت ہیں (ت)۔
[ایک جسم کا دوسرے جسم میں پوری قوت سے ملنا "قرع" اور سختی سے الگ ہونا "قلع" کہلاتا ہے۔ مترجم]

مطالع الانظار اصفہانی شرح طوالع الانوار علامہ بیضاوی میں ہے:

القرع والقلع سبب التموج الذی ھو سبب قریب للصوت[3]

"قرع" اور "قلع" موجِ ہوا کا سبب ہیں اور وہ آواز کا سبب قریب ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یہ اقوال خود ہمارے علماء کے نہیں بلکہ فلاسفہ کے ہیں شرح مقاصد میں ارشاد فرمایا:

الصوت عندنا یحدث بمحض خلق اللّٰہ تعالٰی من غیر تاثیر بتموج الھواء والقرع والقلع کسائر الحوادث وکثیرا ما تورد الاٰراء الباطلۃ

آواز ہمارے نزدیک محض تخلیق خداوندی سے پیدا ہوتی ہے لہذا اس میں تموجِ ہوا اور قرع، قلع کی کوئی مستقل تاثیر نہیں۔ اور یہ حدوث باقی تمام حوادثات کی طرح ہے، اور بسا اوقات فلاسفہ

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۵۸-۲۵۷
[2] شرح المقاصد " المسموعات دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶
[3] مطالع الانظار شرح طوالع الانوار

للفلاسفة من غير تعرض لبيان البطلان الا فيما يحتاج الى زیادة بیان والصوت عندهم كيفية تحدث في الهواء بسبب تموجه المعلول للقرع والقلع[1]

کے افکار باطلہ کو تو پیش کر دیا جاتا ہے لیکن اُن کے بُطلان کو نہیں بیان کیا جاتا مگر جبکہ اضافہ بیان کی ضرورت ہو۔ آواز اُن کے نزدیک ایک ایسی کیفیت ہے جو ہوا میں اس کے تموّج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو "قرع" اور "قلع" کا معلول ہے (اور وہ دونوں اس کی علت ہیں)۔ (ت)

فلاسفہ خطا کاری وغلط شعاری کے عادی ہیں اور مقتضائے نظر صحیح یہی ہے کہ اُس کیفیت کے حدوث کو قلع و قرع بس ہیں تموّج کی حاجت نہیں،

اوّلاً قرع وقلع سے ہوا دبے گی اور اپنی لطافت و رطوبت کے باعث ضرور اس کی شکل وکیفیت قبول کرے گی اسی کا نام آواز ہے اور صرف یہ دبنا تموّج نہیں بلکہ اس کے سبب اس کی ہوائے مجاور متحرک ہوگی اور وُہ اپنی متصل ہوا کو حرکت دے گی یہاں یہ صورت تموّج کی ہے، خود مواقف وشرح میں فرمایا،

ليس تموجه هذا حركة انتقالية من هواء واحد بعينه بل هو صدم بعد صدم وسكون بعد سكون فهو حالة شبيهة بتموج الماء في الحوض اذا القى حجر في وسطه[2]۔

بعینہٖ ایک ہوا کا "تموّج" حرکتِ انتقالی نہیں، اس لئے کہ بار بار دباؤ اور سکون بعد سکون ہے لہذا یہ اس حالت کے بالکل مشابہ ہے کہ جب کسی تالاب کے درمیان پتھر پھینکا جائے تو پانی میں موج (اور لہریں) پیدا ہو جاتی ہیں (ت)

شرح مقاصد میں فرمایا:

المراد بالتموج حالة مشبهة بتموج الماء تحدث بصدم بعد صدم وسكون بعد سكون[3]

تموّج سے مراد ایک ایسی حالت ہے جو پانی کے تموج سے مشابہ ہے اور وہ نوبت بہ نوبت ٹکراؤ اور سکون بعد سکون کے پیدا ہوتی ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ مقروع اوّل میں جو تکیف وتشکل ہوا اس کے لئے صرف اُسی کا انفعال درکار تھا بعد کے موجی سلسلہ کو اس میں کیا دخل۔ اگر فرض کریں کہ مقروع اوّل کے بعد ہوا نہ ہوتی یا وہ قرع کا اثر

---

[1] شرح المقاصد النوع الثالث دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶
[2] شرح المواقف " المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۵۹
[3] شرح المقاصد " " دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶

نہ قبول کرتی تو خود اس میں تشکل کیوں نہ آتا حالانکہ اس نے دب کر قرع کا اثر قبول کرلیا۔

ثانیاً اگر تشکل مقروع اپنے بعد کے اجزاء متحرک ہونے کا محتاج ہو تو چاہئے کہ تموج باقی رہے اور تشکل ختم ہوجائے کہ اگر بعد کے اجزائے متموجہ بھی متشکل ہوں تو اُن کو اپنے بعد کے اجزاء کا تموج درکار ہوگا تو یا سلسلۂ تموج میں تسلسل آئے گا یا سبب سے مسبب متخلف ہوجائے گا اور دونوں باطل ہیں، ہاں بظاہر تموج اس لئے درکار ہے کہ مقروع اوّل سے اجزائے متصلہ میں نقل تشکل کرے کہ مقروع اول دب کر اپنے متصل دوسرے جُز کو قرع کرے گا اور وہ اسی شکل سے متشکل ہوگا پھر اس کے دبنے سے تیسرا مقروع و متشکل ہوگا اس کی حرکت سے چوتھا الّا ماشاء اللہ تعالٰی اور حقیقۃً قرع ہی تموج کا بھی سبب ہے اور تشکل کا بھی، قرعات متوالیہ نے تموج مذکور پیدا کیا اور ہر قرع نے اپنے مقروع میں تشکل، تموج کو دخل کہیں بھی نہ ہوا،

وتفصيل القول ان التموج هو الاضطراب والاضطراب هو المتضارب بين اجزاء الشئ و ذلك اما بان يعلو بعضه يخدرك في الفوران او يذهب و يجئ الى غير جهة العلو والسفل كما في الترجرج و فيهما التضارب حقيقة لان الجزء الضارب اولاً يصير مضروبا بالعكس و اما بان يضرب جزء الاول والثاني الثالث وهكذا وهذا هو الواقع في تموج الماء والهواء واما ما كان فلا بد في التموج من حركات متوالية ولا يقال لشكل ما هو وانتقل ماج واضطرب فزيد الماشي ليس متموجا لا لغةً ولا عرفاً

اور اس بات کی پوری وضاحت یہ ہے کہ "تموج" (یعنی ہوا میں موج پیدا ہونا) اضطراب ہے۔ اور اضطراب، اجزائے شئے کے درمیان انقسام ہے یعنی اس کا اجزائے شئے کے درمیان منقسم ہوجانا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ کچھ اجزاء بلند ہوجائیں تو پھر تیرا جوش سست اور ماند پڑے گا۔ یا وہ بلندی اور پستی کے علاوہ کسی دوسری سمت کی طرف آئیں اور جائیں جیسا کہ آمد و رفت کی حرکت میں ہوا کرتا ہے۔ اور ان دونوں میں درحقیقت انقسام (تضارب) ہوگا۔ اس لئے کہ جز ضارب، اوّلاً مضروب ہوگا و بر عکس۔ یا پہلا جز دوسرے کو اور وہ تیسرے کو اور اسی طرح آخر تک۔ پس پانی اور ہوا کے تموج میں یہی واقع ہے۔ لیکن جو بھی ہو تو اس کے تموج میں لگاتار حرکات ضروری ہیں۔ اور شکل کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کیا ہے۔ البتہ موج والی چیز منتقل اور مضطرب ہوگی۔ لہذا زید

هذا ما نعرف من معنى التموج والهواء بنفس القرع ينفظ ويتشكل و تكيف ولا ......[1] على توقفه على تكرر ......[2] و امكان قرع الهواء يوجب فيه الموج ولابد۔

ماشی (چلنے والا) لغت اور عرف میں "متموج" نہیں (یعنی موج والا)، کیونکہ تموج سے ہم یہ مفہوم نہیں سمجھتے۔ اور ہوا نفسِ قرع سے دھکیلی جاتی ہے اور متکیف ہوکر متشکل ہوجاتی ہے اور مکرر ہونے پر اس کا توقف نہیں ...... قرع ہوا کا امکان بلاشبہہ اس میں موج پیدا کردیتا ہے۔ (ت)

اگر کہئے قرع کافی نہیں جب تک مقروع اس کا اثر قبول نہ کرے اور اس کا تاثر وہی تحرک ہے اور اسی کو تموج سے تعبیر کیا اگرچہ حقیقتِ تموج وُہ ہی کہ اوپر گزری۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) **اولاً** اس میں تسلیم ایراد ہے کہ تموج سے نفس تحرک مقروع مراد ہے۔

ثانیاً یہ کہنا ایسا ہے کہ فاعل کافی نہیں جب تک معلول اُس کا اثر قبول نہ کرے تو سبب قریب فاعل نہیں بلکہ معلول کا انفعال ہے۔

هو كما ترى و تحقيقه ان التشكل وان لم يكن الامع التحريك ولو لم يتحرك لم يتشكل و سلمنا ان هذه ليست معية معلولى علة كوجود النهار واستضاءة الارض بالقيود المعلومية لدى العارف بل للتحرك مدخل فى التشكل لكن لا نسلم ان التحرك مرسم الشكل و يفيض الكيفية بل مرسم هو القرع وان كان مشروطا بالتحرك فجعل التموج اى التحرك

وہ جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے، اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ تشکل، بغیر تحریک نہیں ہوسکتا۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر تحرک نہ ہو تو پھر تشکل نہ ہوگا۔ اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ "معیت" علت کے دو معلولوں جیسی معیت نہیں جیسے وجود نہار۔ اور زمین کی روشنی اُن قیود کے ساتھ جو ایک عارف کو معلوم ہی ہیں بلکہ "تحرک" کو تشکل میں ایک گونہ دخل ہے لیکن ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ "تحرک" مرسمِ تشکل اور مفیضِ کیفیت ہے۔ بلکہ مرسمِ تشکل "قرع" ہے اگرچہ وہ مشروط بالتحرک ہے ______ لہذا تموج یعنی تحرک کو

---

[1] و [2] یہاں کچھ الفاظ رہ گئے ہیں اس لئے مفہوم واضح نہیں۔ مترجم

سببا قريبا ناشئ عن اشتباه الشرط بالسبب كمن يزعم ان قبول المعلول اثر العلة هو السبب القريب له فافهم و اعلم والله تعالٰى اعلم هذا و استدل العلامة قدس سره فی شرح المواقف علی كون التموج سببه القريب بانه شئ حصل حصل الصوت واذا انتفی انتفی فانا نجد الصوت مستمرا باستمرار تموج الهواء الخارج من الحلق والآلات الصناعية و منقطعا بانقطاعه وكذا الحال فی طنين الطست فانه اذا سكن انقطع لانقطاع تموج الهواء حينئذ اھ اقول اولا لا تموج عند المقروع الاول حين هو مقروع و ان حصل حين كونه قارعا والصوت موجود فيه لكونه مقروعا لا لكونه قارعا و ثانيا ينقطع فيما بعد بانقطاع التموج لا نقطاع القرع لان القرع فی

سبب قریب قرار دینا (یہ بات) اس اشتباہ سے پیدا ہوگئی کہ شرط کو سبب سمجھ لیا گیا۔ اُس شخص کی طرح جو یہ گمان کرتا ہے کہ معلول کا علت کے اثر کو قبول کرلینا اس کے لئے "سبب قریب" ہونے کی دلیل اور علامت ہے۔ پس اس بات کو سمجھ لیجئے اور اچھی طرح جان لیجئے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ علامہ قدس سرہٗ نے شرح مواقف میں استدلال کیا کہ آواز کے لئے "تموج" سبب کے قریب ہے کیوں؟ اس لئے کہ جب تموج پیدا ہو تو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور جب تموج منتفی ہو تو آواز بھی منتفی ہوجاتی ہے کیونکہ ہم آواز کا استمرار حلق اور آلات صناعیہ سے نکلنے والی ہوا کے تموج کے استمرار سے پاتے ہیں اور تموج میں انقطاع سے آواز کا انقطاع پیدا ہوجاتا ہے۔ اور طشت کی چھنکار کا بھی یہی حال ہے۔ جب وہ ساکن ہوجائے تو آواز ختم ہوجاتی ہے کیونکہ اس وقت تموج ہوا میں انقطاع پیدا ہوگیا اھ[1]

اقول (میں کہتا ہوں) اولاً مقروع اول کی حیثیت مقروع اول ہونے کے اس میں کوئی تموج نہیں ہاں البتہ اس میں تموج پیدا ہوجائے گا جبکہ وہ قارع ہوگا۔ اور آواز اس میں موجود ہوگی اس لئے کہ وہ مقروع ہے نہ اس لئے کہ وہ قارع ہے۔ و ثانیاً ازیں بعد آواز ختم ہوجاتی ہے

---

[1] شرح المواقف النوع الثانی المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۵۸

الاجزاء الاخیرة انما یصل علی
وجه التموج کما عرفت
وثالثا الشیئ ینقطع بانقطاع
شرطه فلا یفید السببیة فضلا عن
الاقربیة وتمسك بعضهم بانهم
انما لم یجعلوا القرع والقلع
سببین للصوت ابتداء حتی
یکون التموج والوصول الی
السامعة سببا للاحساس به لا لوجوده
نفسه بناء علی ان القرع
وصول والقلع لا وصول وهما
اٰنیان فلا یجوز کونهما سببین للصوت
لانه زمانی اھ[۱] **اقول** التموج
حرکة والحرکة زمانیة فکیف
صار الاٰنی سببا له وان جاز
فلم لم یجز ان یکون سببا للصوت
ابتداء **وقرر** بان التموج
ان کان اٰنیا فقد جعلوه سببا
للصوت الزمانی وان کان
زمانیا فقد جعلوا القرع والقلع
الاٰنیین سببا له فجعل
الاٰنی سببا للزمانی لازم علی
کل تقدیر[۲] واجاب عنه العلامة

اس لئے کہ تموج منقطع ہوجاتا ہے کیونکہ قرع منقطع
ہوگیا کیونکہ آخری اجزاء میں قرع علیٰ وجہ التموج پہنچتا
ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ **ثالثاً** انقطاعِ شرط کی
وجہ سے شے منقطع ہوجاتی ہے (یعنی شرط نہ ہو تو
مشروط بھی نہ پایا جائے گا) لہٰذا یہ سبب ہونے
کے لئے مفید نہیں چہ جائیکہ قریب ہونے کے لئے مفید ہو۔
اور بعض لوگوں نے یہ استدلال پیش کیا کہ اہلِ علم نے
قرع اور قلع کو ابتداءً آواز کے لئے سبب نہیں قرار
دیا حتی کہ تموج اور وصول الی السامعۃ اسکے احساس کا
سبب ہوجائیں نہ کہ اس کے نفسِ وجود کا، اس لئے کہ
قرع وصول ہے اور قلع لاوصول ہے۔ اور وہ
دونوں "آنی" ہیں لہٰذا یہ دونوں آواز کیلئے سبب
نہیں ہوسکتے اس لئے کہ وہ زمانی ہے اھ۔

اقول (میں کہتا ہوں) تموج، حرکت ہے ـــ
اور حرکت ـــ زمانی ہوا کرتی ہے۔ پھر
جو چیز آنی ہے وہ اس کا کیسے سبب ہوسکتی ہے۔
اور اگر یہ جائز ہے تو پھر یہ کیوں نہیں جائز کہ
ابتداءً آواز کے لئے سبب ہو۔ اور اسکی تقریر
یوں کی گئی کہ "تموج" آنی ہے تو خود انھوں نے
اس کو صورت زمانی کے لئے سبب قرار دیا ہے
اور اگر وہ زمانی ہے تو پھر انھوں نے قرع اور قلع
جو کہ دونوں آنی ہیں اس کے لئے سبب ٹھہرائے۔
گویا ہر تقدیر پر آنی کا زمانی کے لئے سبب ہونا

---

[۱] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۶۰
[۲] " " " " " " " " "

السید الشریف بانه لامحذور فیه
اذا لم یکن السبب علة تامة
اوجزء اخیرا منها اذ لا یلزم
حینئذ ان یکون الزمان
موجودا فی الاٰن[1] اھ **اقول** فلم
لایقال مثله فی سببیة القرع
للصوت و تخلل نحو شرط ینفی
کونه جزء اخیرا ولاینافی کونه
سببا قریبا کما لایخفی، وتعقب
بالتمسك المذکور فی الصحائف
بما قدکان ظهر للعبد الضعیف
اول ما نظرت التمسك وھو لنا
لانسلم ان الصوت زمانی لان
بعض الحروف اٰنی کما یجیئ
مع انه صوت اھ، قال
الحسن چلپی ولا یخفی علیك
اندفاعه بما مر من ان
الحرف عارض للصوت
لانفسه[2] اھ **اقول** لا یخفی علیك
اندفاعه بما یاتی للعلامة حسن
نفسه ان کون الحرف
عبارة عن تلك الکیفیة العارضة

لازم آیا - علامہ سید شریف جرجانی نے اس کا یہ
جواب دیا کہ اس میں کوئی محذور اور ممانعت
نہیں جبکہ سبب علتِ تامہ یا علتِ تامہ کا جزءِ
آخری نہ ہو کیونکہ پھر زمانے کا آن میں موجود ہونا لازم
نہیں آتا اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ کیوں
نہ کہا جائے کہ اس قسم کا معاملہ قرع کا صوت کے
سبب ہونے میں ہے اور شرط جیسی چیز کا تخلل
(درمیان میں گھس جانا) اس کے جزءِ اخیر ہونے کی
نفی کرتا ہے۔ لیکن اس کے سبب قریب ہونے کی
نفی نہیں کرتا جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ اور صحائف
میں استدلال مذکور کا ایک ایسے کلام سے تعاقب
کیا گیا جو اس بندۂ ضعیف پر پہلی ہی مرتبہ استدلال
کو ایک نظر دیکھنے سے ظاہر ہوا، اور معلوم ہوا کہ
وہ ہمارا استدلال ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ آواز
زمانی ہے کیونکہ بعض حروف آنی ہیں جیسا
کہ آگے آئیگا حالانکہ وہ آواز ہیں اھ علامہ حسن
چلپی نے فرمایا اس کا دفاع تم پر گزشتہ کلام کی وجہ سے
بالکل پوشیدہ نہیں کہ حروف آواز کو عارض ہوتے
ہیں لہذا خود آواز نہیں اھ **اقول** خود علامہ موصوف
کے آئندہ کلام کے پیشِ نظر تم پر اس کا رد
مخفی نہیں (اور وہ یہ ہے کہ) حرف کا کیفیت عارضہ
للصوت سے عبارت ہونا شیخ ابو علی ابن سینا

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۶

[2] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف

للصوت انما ھو عند الشیخ (یعنی ابن سینا شیخ المتفلسفین) وعند جمع من المحققین الحرف ھو الصوت المعروض للکیفیۃ المذکورۃ اھ[۱] اما ما قال بعدہ ان الاشبہ بالحق انھا مجموع العارض والمعروض کما صرح بہ البعض وسیشیر الیہ الشارح فیما سیأتی[۲] اھ اراد بہ قول العلامۃ ان الحرف قد یطلق علی الھیأۃ المذکورۃ العارضۃ للصوت وعلی مجموع المعروض والعارض وھذا انسب بمباحث العربیۃ اھ[۲] فحسبک فی دفعہ ما نقل ھو عنہ قدس سرہ ان اصحاب العلوم العربیۃ یقولون الکلمۃ مرکبۃ من الحروف ویقولون للکلم انہ صوت کذا فلو لم یکن الحروف عندھم مجموع العارض والمعروض بل عارض الصوت فقط لما صح منھم ذلک اھ وانت تعلم ان القول بالمجموع وان کان اقرب ای قول ائمۃ العربیۃ ان الکلمۃ صوت لانہ حینئذ

شیخ الفلاسفہ کے نزدیک ہے۔ لیکن ایک گروہِ محققین کے نزدیک حرف صوت معروض برائے کیفیت مذکورہ سے عبارت ہے اھ لیکن اس کے بعد علامہ موصوف نے فرمایا کہ حق سے زیادہ مشابہ یہ ہے کہ حرف عارض و معروض کے مجموعہ کا نام ہے جیسا کہ بعض نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور آئندہ کلام میں شارح اس کی طرف اشارہ فرمائیں گے اھ اس سے علامہ موصوف کا وہ قول مراد ہے کہ کبھی حرف کا ہیئت مذکورہ عارضہ للصوت پر اطلاق کیا جاتا ہے، اور کبھی عارض و معروض کے مجموعہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ اور یہ عربی مباحث کے زیادہ مناسب ہے اھ اور تجھے اسکے دفاع میں وہی کافی ہے جو حسن چلپی نے شارح علامہ قدس سرہٗ سے نقل کیا ہے کہ اصحابِ علوم عربیہ فرماتے ہیں کہ "کلمہ" حروف سے مرکب ہے، پھر متعدد کلموں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اس طرح کی آواز ہے۔ لہذا اگر حرف ان کے نزدیک عارض و معروض کا مجموعہ نہ ہوتا بلکہ حرف "عارض للصوت" ہوتا تو پھر یہ بات ان سے کبھی صحیح نہ ہوتی اھ اور تم جانتے ہو کہ قول بالمجموع اگرچہ ائمہ عربیہ کے قول کے زیادہ قریب ہے کہ "کلمہ" آواز ہے اس لئے کہ پھر اس طور پر

---

[۱] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف القسم الثانی المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۶۹-۲۶۸

[۲] " " " " " " " " " " " ۵/۲۶۹

[۳] شرح المواقف " " " " " " " ۵/۲۷۱

[۴] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف " " " " " " ۵/۲۷۱

تسمية للكل باسم الجزء وعلى الاول
تسمية للعارض باسم المعروض وهذا
ابعد من ذاك لكن الموافق بقولهم
وفاقا كليا هو ما قال المحققون ان
الحرف صوت لا عارضة ولا المجموع
ولذا قال چلپی نفسه ان كون
الحرف عبارة عن نفس المعروض
انسب بذلك القول من المذهبين
ولا مجاز فی ذلك الاطلاق على
هذا التقدير اصلاً اھ[1] اقول وكان
مراد القائل بالمجموع انه المعروض
من حيث هو معروض فلا ينافي
قول المحققين انه الصوت المعروض
وبهذا يتم الاستدلال لقول المجموع
بكلام ائمة العربية من دون اشكال
فاستقر عرش التحقيق على ان الحرف هو
الصوت المعروض وبه اندفع التمسك رأسا
ورأيت فی كلام امام جميع الفنون الاعرف
بكلها من اهلها لسان الحقائق سيدنا الشيخ
الاكبر محی الدين ابن العربی رضی الله تعالیٰ
عنه فی كتابه "الدر المكنون و
الجوهر المصئون" فی علم الجفر
ما نصه اما الحرف فلفظ مشترك

تسمیہ کل باسم الجزء، اور قول اول کے مطابق تسمیۃ
العارض باسم المعروض ہے۔ اور یہ اس سے زیادہ
بعید ہے۔ لیکن وفاق کلی کے طور پر اُن کے قول کے
موافق وُہ ہے جو کچھ اہلِ تحقیق نے فرمایا۔ "حرف"
صرف آواز ہے، نہ عارض ہے اور نہ عارض ومعروض
کا "مجموعہ" ہے۔ اسی لئے خود علامہ چلپی نے فرمایا:
"حرف" "نفسِ معروض سے عبارت ہو یہ دُو مذہبوں
میں سے اُس قول کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس
اِس تقدیر پر اُس اطلاق میں بالکل مجاز نہیں اھ۔
اقول (میں کہتا ہوں) گویا قائل بالمجموعہ کی مراد
یہ ہے کہ وُہ معروض بحیثیت معروض ہے لہذا یہ
ائمہ تحقیق کی رائے کے منافی نہیں کہ وہ صوت معروض
ہے۔ پھر اس سے قول بالمجموعہ کا استدلال بغیر کسی
اشکال ائمہ عربیہ کے کلام سے تام ہو جاتا ہے پس
عرش تحقیق قرار پذیر ہوگئی کہ حرف وہی صوت معروض
ہے۔ اور اس سے استدلال بالکل دفع ہوگیا۔ میں نے
اُن کے کلام میں دیکھا جو تمام فنون کے امام، سب
کی اہلیت رکھتے ہوئے جملہ علوم کے بڑے عارف،
حقائق کی زبان، ہمارے آقا، سب سے بڑے
شیخ، دین اسلام کو زندہ کرنیوالے "ابن عربی"
رضی اللہ تعالےٰ عنہ، انھوں نے اپنی کتاب
"الدر المکنون والجوہر المصئون" جو علم جفر میں ہے
اس کی عبارت یہ ہے "حرف" ایک مشترک

[1] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف القسم الثانی المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۱

يطلق على اللفظ من اى جنس من المخلوقات وهو الهواء الخارج من الصدر المنقطع بالشفتين واللسان المتكيف الى الحروف والاصوات اھ[1] فهو كما ترى تجوز منه رضى الله تعالٰى عنه الاترى انه جعل فى اٰخر الكلام الهواء متكيفا بالحروف فالحروف كيفيات تحدث فى الهواء لانفسه كما هو ظاهر ثم رأيته قدسنا الله تعالٰى بسره الكريم صرح به نفسه قبل هذا فى توضيح اتى به فى "فصل سر الاستنطاق" اذ قال اعلم ان الحروف على ثلثة انواع فكرية ولفظية وخطية فالحروف الفكرية هى صور روحانية فى افكار النفوس مصورة فى جواهرها و الحروف اللفظية هى اصوات محمولة فى الهوى مدركة بطريق الاذنين بالقوة السامعة والحروف الخطية هى نقوش خطت بالاقلام فى وجوه الالواح اھ[2] فهذا هو الحق الناصع وعليه المحققون، والله تعالٰى اعلم۔

لفظ ہے کہ جس کا اطلاق لفظ پر کیا جاتا ہے خواہ مخلوق کی کسی جنس میں سے ہو۔ اور وہ ہوا ہے جو سینے سے برآمد ہوتی ہے۔ دو ہونٹوں اور زبان سے قطع کی جاتی ہے۔ حروف اور آواز سے متکیف ہوتی ہے (یعنی وہ ہوا حروف اور آواز کی کیفیت اختیار کرلیتی ہے) جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ وہ شیخ ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مجازی کلام ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ انھوں نے گفتگو کے آخر میں ہوا کو موصوف بہ کیفیتِ حروف قرار دیا ہے۔ لہٰذا حروف ایسی کیفیات ہیں جو ہوا میں پیدا ہوتی ہیں، نفسِ ہوا نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ پھر میں نے اُن کے کلام میں دیکھا (اللہ تعالٰی ہمیں ان کے بھید کریم کے طفیل پاک فرمائے) خود انھوں نے اس سے قبل اس کی تصریح فصل سر الاستنطاق میں کردی ہے جب کہا جان لیجئے، حروف کی تین قسمیں ہیں: (۱) فکری (۲) لفظی (۳) خطی۔ "حروف فکریہ"، وہ افکار نفوس میں روحانی صورتیں ہیں جو اپنے جواہر میں تصویر شدہ ہیں۔ "حروفِ لفظیہ" وہ آوازیں ہیں جو ہوا پر سوار ہیں۔ دو کانوں کے ذریعے، قوتِ سامعہ سے ان کا ادراک کیا جاتا ہے۔ "حروف خطیہ" وہ ایسے نقوش، جو قلموں کے توسط سے الواح کے چہروں پر کشید کئے جاتے ہیں اھ۔ پس یہی خالص اور واضح حق ہے اور اسی پر ائمہ تحقیق قائم ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] و [2] الدر المکنون والجواہر المصون

(۳) سُننے کا سبب ہوائے گوش کا متشکل بشکل آواز ہونا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموج حرکت کا وہاں تک پہنچنا۔

(۴) ذریعہ حدوث قلع و قرع ہیں اور وہ آنی ہیں حادث ہوتے ہی ختم ہوجاتے ہیں اور وُہ شکل و کیفیت جس کا نام آواز ہے باقی رہتی ہے تو وہ معدات ہیں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضرور نہیں، کیا نہ دیکھا کہ کاتب مرجاتا ہے اور اس کا لکھا برسوں رہتا ہے یونہی یہ کہ زبان بھی ایک قلم ہی ہے۔

(۵) ضرور کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے۔ طوالع و مقاصد و مواقف وغیرہا میں اس پر تین دلیلیں قائم کی ہیں۔

لا نطیل الکلام بذکرھا وذکر مالھا وعلیہا اقول والحق ان الصوت یحدث عند اول مقروع کھواء الفم عند التکلم ثم لایزال یتجدد حتی یحدث فی الاذن فھو موجود خارج الاذن بعدہ لایعلمھا الا اللہ جل وعلا ثم باعلامہ رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم باعلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من شاء من خدمہ واولیائہ اما المسموع بالفعل فلیس الا صوتا حادثا فی الاذن کما علمت فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق۔

ہم اُن دلائل وشواہد کے ذکر اور ما لہا اور ما علیہا (یعنی جو کچھ اُن کے لئے ہے اور ان پر وارد ہے) کے ذکر سے کلام کو طویل نہیں کرتے (بلکہ) میں کہتا ہوں کہ حق یہ ہے کہ آواز اول مقروع کے وقت پیدا ہوتی ہے جیسے بولتے وقت مُنہ کی ہوا۔ پھر ہمیشہ اس میں تجدید ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ کان میں آواز پیدا ہوجاتی ہے۔ پھر وہ کان سے باہر بھی کچھ دیر تک رہتی ہے کہ جس کو اللہ تعالٰی بلند وبالا اور جلیل القدر کے علاوہ حقیقی طور پر کوئی نہیں جانتا۔ پھر اس کے آگاہ کرنے سے اس کے رسول کریم علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم) جانتے ہیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم اپنے خدام اور اولیاء میں سے جس کو پسند فرمائیں آگاہ فرمادیں۔ لیکن مسموع بالفعل تو ایک آواز ہے جو کان میں پیدا ہوتی ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ لہذا توفیق ہونی چاہیے۔ اور اللہ تعالٰی کے کرم سے ہی توفیق حاصل ہوسکتی ہے۔ (ت)

(۶) وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف کی صفت ہے ہوا ہو یا پانی وغیرہ۔ مواقف سے گزرا: الصوت کیفیۃ قائمۃ بالھواء[1] (آواز ایک ایسی کیفیت ہے جو ہوا کے ساتھ قائم ہے۔ ت)

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۶۰

آواز کنندہ کی حرکت قرعی وقلعی سے پیدا ہوتی ہے لہذا اُس کی طرف اضافت کی جاتی ہے۔

(۷) جبکہ وُہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف سے قائم ہے تو اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے کمالا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔

اِن جوابوں کے سوا اور بھی فائدے ہماری اس تقریر سے روشن ہوئے مثلاً:

(۸) انقطاعِ تموّج انعدامِ سماع کا باعث ہوسکتا ہے کہ کان تک اُس کا پہنچنا بذریعۂ تموّج ہی ہوتا ہے نہ کہ انعدامِ صوت کا، بلکہ جب تک وہ تشکل باقی ہے صوت باقی ہے۔

(۹) یہیں سے ظاہر ہُوا کہ دوبارہ اور تموّج حادث ہو تو اس سے تجدیدِ سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی جبکہ تشکل وہی باقی ہے۔

(۱۰) وحدتِ آواز وحدتِ نوعی ہے کہ تمام امثالِ متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آواز کا تشخص اوّل کہ مثلاً ہوائے دہنِ متکلم میں پیدا ہوا کبھی [illegible] ع نہیں ہوتا اس کی کاپیاں ہی چھپتی ہوئی ہمارے کان تک پہنچتی ہیں اور اسی کو اس آواز کا سننا کہا جاتا ہے۔

جب یہ امور واضح ہولئے تو اب آلۂ فونوگراف کی طرف چلئے علیم جلت قدرتہ (علیم مطلق کہ جس کی حکمت بڑی عظیم الشان ہے۔ ت) نے جوفِ سامعہ کی ہوا میں جس طرح یہ قوت رکھی کہ اُن کیفیات سے متکیف ہو کر نفس کے حضور ادائے اصوات والفاظ کرے یونہی یہ حالت رکھی کہ ادا کرکے معاً اُس کیفیت سے خالی ہو کر پھر لوح سادہ رہ جائے کہ آئندہ اصوات وکلمات کے لئے مستعد رہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مختلف آوازیں جمع ہو کر مانع فہم کلام ہوتیں جس طرح میلوں کے عظیم مجامع میں ایک غل کے سوا بات سمجھ میں نہیں آتی، ولہذا اب تک عام لوگوں کے پاس اُن کیفیات کے محفوظ رکھنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا اگرچہ واقع میں تمام الفاظ جملہ اصوات بجائے خود محفوظ ہیں وُہ بھی امم مخلوقہ سے ایک اُمت ہیں کہ اپنے رب جل وعلا کی تسبیح کرتے ہیں کلماتِ ایمان تسبیحِ رحمٰن کے ساتھ اپنے قائل کے لئے استغفار بھی کرتے ہیں اور کلماتِ کفر تسبیحِ الٰہی کے ساتھ اپنے قائل پر لعنت،

کما صرح بہ امام الحقائق سیدی الشیخ الاکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ والشیخ العارف باللہ تعالٰی سیدی الامام عبدالوھاب الشعرانی قدس سرہ الربانی۔

جیسا کہ اہلِ حقائق کے امام، میرے آقا، الشیخ الاکبر (اللہ تعالٰی اُن سے راضی ہو) نے اس کی تصریح فرمادی۔ اور شیخ، اللہ تعالٰی کی معرفت رکھنے والے، امام، عبدالوہاب، شعرانی (ان کا خدائی بھید پاک کیا جائے) نے بھی تصریح فرمادی۔ (ت)

اور اس کا سبب ظاہری یہ تھا کہ اُن کیفیات کا حامل ایک نہایت نرم ولطیف ورطب جسم تھا یعنی ہوا یا نہایت کمی کے ساتھ پانی بھی جیسا کہ ہم نے اُوپر ذکر کیا اور جس طرح لطافت ورطوبت باعث سہولت انفعال ہے یونہیں مورث سرعت زوال ہے اسی لئے نقش بر آب مثل مشہور ہے تو ان کیفیات اشکال کے تحفظ کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہ تھا اب بمشیّتِ الٰہی ایسا آلہ نکلا جس میں مسالے سے باذن اللہ تعالٰی یہ قوت پیدا ہوئی کہ ہوائے عصبہ مفروشہ کی طرح ہوائے متموج کی اُن اشکال حرفیہ وصوتیہ سے متشکل ہو اور اپنے یبس وصلابت کے سبب ایک زمانہ تک انھیں محفوظ رکھے اگلوں کا اس ذریعہ پر مطلع نہ ہونا انھیں اپنے اس تجربہ کے بیان پر باعث ہوا کہ ہم دیکھتے ہیں جب تموّج ختم ہوجاتا ہے آواز ختم ہوجاتی ہے کما تقدم عن شرح المواقف (جیسا کہ شرح مواقف کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے ۔ ت) یہ آلہ دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ تموّجِ ہوا ختم ہُوا اور آواز محفوظ ومخزون ہے انتہائے تموّج سے سُننے میں نہیں آتی اُس کے لئے دوبارہ تموّجِ ہوا کی محتاج ہے کہ ہمارے سُننے کا یہی ذریعہ ہے ورنہ رب عزوجل کہ غنی مطلق ہے اب بھی اسے سُن رہا ہے اس آلہ یعنی پلیٹوں پر ارتسام اشکال معلوم ومشاہد ہے ولہذا چھیل دینے سے وہ الفاظ زائل ہوجاتے ہیں جس طرح کاغذ سے خط کے نقش چھیل جاتے ہیں اور اُن سے خالی کرکے دوسرے الفاظ بھر سکتے ہیں جس طرح لکھی ہُوئی تختی دھو کر دوبارہ لکھ سکتے ہیں اور تکرار قرع سے بھی بتدریج اُن میں کمی ہوتی اور آواز ہلکی ہوتی جاتی ہے کہ پہلے کی طرح صاف سمجھ میں نہیں آتی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ فنا ہوکر بالآخر لوح سادہ رہ جاتی ہے جب تک اُن چوڑیوں پلیٹوں میں وہ اشکال حرفیہ باقی ہیں تحریک آلہ سے جو ہوا جنبش کناں اُن اشکال مرسومہ پر گزرتی ہے اپنی رطوبت ولطافت کے باعث بدستور اُن کیفیات سے متکیف اور قوتِ تحریک کے باعث متموج ہوکر اُسی طرح کان تک پہنچتی اور یہاں کی ہوا اُن اشکال کو لے کر بعینہٖ بذریعہ لوح مشترک نفس کے حضور حاضر کرتی ہے یہ تجدد تموّج کے سبب تجددِ سماع ہوا نہ کہ تجدد صوت ، کما اسلفنا لہ التحقیق واللہ ولی التوفیق (جیسا کہ ہم نے پہلے اس کی تحقیق کر دی ۔ اور اللہ تعالٰی حصولِ توفیق کا مالک ہے ۔ ت) تو فونو کی چوڑیاں صرف ہوا ہائے متوسطہ میں سے ایک ہوا کے قائم مقام ہیں فرض کیجئے کہ طبلہ سے گوشِ سامع تک بیچ میں سَو ہواؤں کا توسط تھا کہ طبلہ پر ہاتھ مارنے سے پہلی ہوا اور اُس سے دُوسری اُس سے تیسری یہاں تک کہ سَوئیں ہوا نے اشکال صوت طبلہ سے متشکل ہوکر ہوائے جوف گوش کو متشکل کیا اور سماع واقع ہوا، یہاں یُوں سمجھئے کہ اس فراغت سے یکے بعد دیگرے پچاس ہواؤں نے متشکل ہوکر ہوائے اخیر نے اس آلہ کو متشکل کیا یہ ہوائے پنجاہ ویکم کی جگہ ہوا اب اس سے ہوائے پنجاہ دوم پھر سوم پھر چہارم متشکل ہوکر سوئیں نے بدستور ہوائے گوش کو متکیف کیا اور سماع حاصل ہوا تو یقیناً دونوں

صورتوں میں وہی صوت طبلہ ہے کہ تجدد امثال ننانوے واسطوں سے کان تک پہنچی اگرچہ ایک صورت میں سب وسائط ہوائیں ہیں اور دوسری میں بیچ کا ایک واسطہ یہ آلہ دونوں میں وہی سلسلہ چلا آتا ہے وہی طبلہ پر ہاتھ پڑنا دونوں کا مبدا ہے تو کیا وجہ کہ اُن ننانوے واسطوں سے جو سُنا گیا وہ تو وہی صوت طبلہ ہو اور ان ننانوے واسطوں کے بعد جو سُنا گیا وہ اس کا غیر ہو اُس کی تصویر اس کی مثال ہو یہ محض تحکم بے معنی ہے، اصل تشکل اول جو قرع طبلہ سے پیدا ہوا اسے لیجئے تو وہ صورت اولٰی میں بھی ننانوے منزل اس پار چھوٹ گیا اور یکے بعد دیگرے اُس کا سلسلہ قائم رہنا لیجئے تو وہ یقیناً یہاں بھی حاصل، پھر تفرقہ یعنی چہ۔ علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

الاحساس بالصوت یتوقف علی ان یصل الھواء الحامل لہ الی الصماخ لا بمعنی ان ھواء واحد بعینہ یتموج یتکیف بالصوت ویوصلہ الی القوۃ السامعۃ بل بمعنی ان ما یجاورذٰلك الھواء المتکیف بالصوت یتموج و یتکیف بالصوت ایضا وھکذا الٰی ان یتموج و یتکیف بہ الھواء الراکد فی الصماخ فتدرکہ السامعۃ حینئذ[1]

آواز کا احساس، اس پر موقوف ہے کہ جو ہوا اس کو اُٹھا رہی ہے وہ کانوں کے سوراخ تک پہنچے، نہ اس معنی سے کہ بعینہٖ ایک ہی ہوا میں تموج پیدا ہو کر وہ کیفیتِ صوت سے متصف ہوجاتی ہے۔ پھر آواز کو قوتِ سامعہ تک پہنچا دیتی ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو ہوا "متکیف بالصوت" ہے اس کے متصل مجاور جو ہوا ہے اس میں موج پیدا ہوتی ہے پھر وہ بھی جزءِ اول کی طرح متکیف بالصوت ہوجاتی ہے، پھر یونہی یہ سلسلہ تموج اور تکیف آگے تک چلتا ہے اور بڑھتا ہے یہاں تک کہ اس ہوا میں موج پیدا ہوتی ہے جو کانوں میں ٹھہری ہے پھر وہ کیفیتِ صوت سے متصف ہوجاتی ہے پھر اس طرح قوتِ سامعہ آواز کا ادراک کرلیتی ہے۔ (ت)

اُس کے متن مواقف مع الشرح میں ہے:

سبب الصوت القریب تموج الھواء ولیس تموجہ ھذا حرکۃ انتقالیۃ من ھواء واحد بعینہ بل ھو صدم بعد

آواز کا سبب قریب ہوا میں موج پیدا ہونا ہے اور اُس کا یہ تموج ایسی حرکتِ انتقالیہ نہیں جو بعینہٖ ایک ہوا سے ہو، بلکہ وہ نوبت بہ نوبت

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۶۱-۲۶۰

صدمہ وسکون بعد سکون[1] دباؤ اور سکون بعد سکون کی وجہ سے ہے (ت)

بالجملہ کوئی شک نہیں کہ جو کچھ فونو سے سُنی گئی بعینہٖ وہی طبلہ کی آواز ہے اسی کو شرع نے حرام فرمایا تھا اور اسے خیال ومثال کہنا محض بے اصل خیال تھا اور بالفرض غلط ایسا ہوتا بھی تو مجوز کے لئے کیا باعثِ خوشی تھا بالجملہ شرع مطہر نے اس نوع آواز کو حرام فرمایا ہے تشخص تموج بلکہ تشخص تشکل بلکہ تشخص طبلہ کسی کو بھی اُس میں دخل نہیں حکم اپنی علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے آواز ملاہی علت تحرّم وہ تشخصات نہیں بلکہ یہ کہ وہ لہو ہیں

کما ینبئ عنہ اسمہا ویشیر الیہ قولہ تعالٰی ومن الناس من یشتری لہو الحدیث[2] وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل لہو المؤمن باطل وفی روایۃ حرام الا فی ثلث[3]

جیساکہ ان کا نام اس سے آگاہ کر رہا ہے۔ اور اسی طرف اللہ تعالٰی کا ارشاد اشارہ کر رہا ہے لوگوں میں کوئی وہ ہے جو کھیل (تماشہ) کی باتوں کا خریدار ہے (اور اُن سے دلچسپی اور وابستگی رکھتا ہے) اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "مومن کا ہر کھیل باطل ہے" اور ایک روایت میں ہے: "ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل" (کہ ان کی اجازت ہے)۔ (ت)

وہ دل کو خیر سے پھیر کر شہوات وہفوات کی طرف لے جاتے ہیں یہاں تک کہ دل پر اُن کے زنگ چڑھ کر مُہر ہوجاتی ہے پھر حق بات نہ سُنتے نہ سمجھے، والعیاذ باللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت)

کما قال عزوجل بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون[4]، وفیہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان العبد اذا اذنب ذنبا نکتت فی قلبہ نکتۃ سوداء فان تاب ونزع

جیسا کہ اللہ زبردست اور جلیل القدر نے ارشاد فرمایا: بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے اُن بُرے کاموں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور اس آیت قرآنی کی تفسیر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد موجود ہے: "جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نشان

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۵۸-۲۵۷

[2] القرآن الکریم ۳۱/ ۶

[3] جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد ۱/ ۱۹۷ و سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص ۲۰۷ مسند احمد بن حنبل ۴/ ۱۴۴ و ۱۴۸ و درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸

[4] القرآن الکریم ۸۳/ ۱۴

واستغفر صقل قلبه وان عاد زادت حتی تعلو قلبه فذٰلك الران الذی ذکر اللّٰه تعالٰی فی القرآن[1] رواه احمد و الترمذی و صححه والنسائی وابن ماجة[1] و آخرون عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه وهو معنی حدیث ابن مسعود رضی اللّٰه تعالٰی عنه الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء العشب[2] بل هو للبیهقی فی شعب الایمان عن جابر رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم وفیه الزرع مکان العشب[3]۔

اُبھرآتا ہے، اگر توبہ کرے باز آئے اُسے اُتار پھینکے اور اللہ تعالٰی سے گزشتہ کی بخشش مانگے تو اس کا دل صاف شفاف ہوجاتا ہے، اور اگر وہی برائی دوبارہ کرے تو وہ نشان بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر غالب آجاتا ہے (اور اسے چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے)" پس یہی وہ زنگ اور مَیل ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالٰی نے جس کا ذکر فرمایا ہے۔ امام احمد اور جامع ترمذی نے اسکو روایت کیا اور ترمذی نے اس کی تصحیح فرمائی۔ سنن نسائی اور ابن ماجہ اور دوسرے ائمہ حدیث نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث "راگ دل میں اس طرح نفاق اُگا دیتا ہے جس طرح پانی گھاس اُگا دیتا ہے" کا یہی معنٰی ہے، بلکہ وہ حدیث امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے روایت فرمائی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس میں لفظ 'عُشب' (گھاس) کی جگہ لفظ 'الزرع' (کھیتی) ہے۔ (ت)

غرض ان آوازوں میں بالطبع یہ خاصیت رکھی گئی ہے کہ فتنہ کی طرف کھینچیں اور قدم ثبات کو لغزش دیں۔

وذٰلك قوله تعالٰی واستفزز من استطعت منهم بصوتك[4]۔

اور اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد گرامی ہے: جن لوگوں پر تُو قابو پا سکتا ہے انھیں اپنی آواز سے لغزش دیجے (ت)

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ ویل للمطففین امین کمپنی دہلی ۲/۱۶۸ و ۱۶۹
[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ ۲/۲۹۷ و سنن ابن ماجہ ابواب الزہد ص ۳۲۳
[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب ذم الجاہ والریاء بیان ذم حب الجاہ دارالفکر بیروت ۸/۲۳۸
[3] شعب الایمان للبیہقی حدیث ۵۱۰۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۲۷۹
[4] القرآن الکریم ۱۷/۶۴

ہر عاقل جانتا ہے کہ اس میں خصوصیت صورت آلہ کو دخل نہیں بلکہ یہ آوازیں جس آلہ سے پیدا ہوں اپنا رنگ لائیں گی تو علّتِ حرمت قطعاً حاصل ہے پھر حکمِ حرمت کیونکر زائل، اور یہ ادعا کہ فونو سے سازوں کی آوازیں مورثِ طرب نہیں صرف موجبِ عجب ہیں بداہت کے خلاف ہے بلاشبہہ سازوں سے اُن کی آواز سُننا جو اثر کرتا ہے وہی فونو سے کہ آواز بلاتفاوت وہی ہے خصوصیت شکل آلہ کا ایراث عدمِ ایراث طرب میں کیا دخل، نہ اضافۂ عجب مانع طرب۔

28

فاندفع ما زعم الفاضل المعاصر السید الاھدل حفظه الله تعالٰی انه لایحصل من سماعه طرب بل عجب و غایة مایدعیه بعضهم حصول اللذة واللذة مع کونها من باب المشکک لیست علة التحریم فقط بل العلة مع ذٰلك کون الاٰلات من شعار الفسقة، والصندوق لم یوضع للضرب ولا قصد له ولا شهر بانه شعار الفساق فانّٰی یتاتی الالحاق اھ بمحصله وقد اتینا فی تلخیصه علی مقصد رسالته اجمع

فاضل ہمعصر سید اہدل حفظہ اللہ تعالٰی کا دفاع ہوگیا کہ صندوق کی آواز سننے سے طرب حاصل نہیں ہوتا بلکہ صرف "عجب" پیدا ہوتا ہے۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ جس کا بعض لوگ دعوٰی کیا کرتے ہیں کہ اس سے لذت حاصل ہوتی ہے اور لذّت باوجودیکہ باب تشکیک میں سے ہے تنہا علتِ حرمت نہیں، بلکہ گانے بجانے کے آلات و اسباب کا فاسقوں کے شعار میں سے ہونا اور حصولِ لذت، یہ دونوں مل کر علتِ تحریم ہیں اور صندوق بجانے کیلئے موضوع نہیں۔ اور اس کا یہ مقصد بھی نہیں۔ اور شعار فسّاق میں، اس کی شہرت بھی نہیں۔ پھر اس کا اُن آلاتِ لہو سے کیسے الحاق ہوسکتا ہے۔ عبارت کا خلاصہ پورا اور مکمل ہوگیا ہے۔

اقول اولًا ما الطرب الا الفرح والحزن او خفة تلحقك تسرك او تحزنك والحرکة و الشوق کما فی القاموس[1] وکل ذٰلك معلوم قطعا فی سماع اصوات الاٰلات من الصندوق کسماعها

اقول (میں کہتا ہوں) **اولًا** طرب صرف خوشی، غم، حرکت اور شوق ہے اور ایسی خفت جو تجھے لاحق ہو تو تجھے خوش یا غمگین کردے، جیسا کہ قاموس میں ہے۔ اور یہ سب کچھ یقینی طور پر معلوم ہے اور صندوق سے آوازیں سُننے میں موجود ہے جیسا کہ دوسرے آلات

---

[1] القاموس المحیط فصل الطاء باب الباء مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۰۱

منہا سواء بسواء وکلہا ھٰہنا لوازم اللذۃ التی سلم وجودھا والخفۃ ان اخذت بمعنی ما یقھرہ العقل فلیست لازمۃ لسماع الاٰلات ایضا فرب سامع لہا لایعتریہ خفۃ فی عقلہ انما ذٰلک لمن انہمک فیہا وھی تحصل لمثلہ فی السماع من الصندوق ایضا وثانیا ھذہ الاٰثار التی تتولد منہا ھی الکافیۃ قطعا للتحریم والیہا النظر فی النصوص التی تلونا وفی تسمیتہا اٰلات الملاھی من دون توقف علی کونہا شعار الفسقۃ حتی لوفرض انعدام الفساق من الدنیا لحرمت الاٰلات لما ذکرنا وان کانت الفسقۃ اذ قال اللہ عزوجل لابلیس واستفزز من استطعت منہم بصوتک[1] بل ھذہ الاٰثار ھی التی جعلتہا شعار الفساق فہو اثر العلۃ منہا لاجزءھا نعم مالا باس بہ

کے سماع میں موجود ہے، لہٰذا اس باب میں دونوں برابر۔ دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ اور یہاں یہ سب لوازم لذت ہیں کہ جس کے وجود کو مجوز نے تسلیم کیا ہے (مراد یہ کہ ان سب کے لئے حصول لذت لازم ہے) اگر "خفت" اس معنیٰ میں لی جائے کہ وہ چیز جو عقل کو مقہور اور مغلوب کردے تو پھر یہ بات سماعِ آلات میں بھی لازم نہیں کیونکہ لبا اوقات آلات سے راگ سُننے والے کی عقل میں بھی کوئی خفت اور فتور عارض نہیں ہوتا، البتہ یہ اس شخص کے لئے ہوگا جو بصورتِ استغراق آلات سے راگ سُنتے ہیں۔ استغراق کی صورت میں اگر صندوق سے راگ سُنے تو اس سے نیز یہ کیفیتِ خفت حاصل ہو جائیگی (گویا بصورتِ استغراق دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ وثانیاً یہ آثار وکوائف جو سماعِ آلات سے پیدا ہوتے ہیں حرمت کے لئے یقیناً کافی ہیں چنانچہ ہماری تلاوت کردہ نصوص میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اور اُن کا نام آلاتِ لہو رکھنے میں بھی یہی منظورِ نظر ہے بغیر اس توقف کے کہ فاسقوں کا شعار ہیں۔ یہاں تک کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ پوری دنیا میں کوئی فاسق موجود نہیں تو اس کے باوجود بھی سماع راگ اُن آلات سے حرام ہوگا اس وجہ سے کہ جس کو ہم نے بیان کردیا ہے (ذرا غور تو کرو) جب اللہ تعالٰی نے شیطان کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا اولادِ آدم میں سے

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۶۴

فی نفسه ولم یکن من
ما یناقض مقاصد الشرع الشریف
وهو مما شعار الفساق یکون النهی عنه لذلك
التشبه بهم فههنا لك تبتنی
الامر علی الشعار لا فی مثل ما
فی مبحث عنه وکذلك
ما به باس فی نفسه وهو مما
شعار الفسقة ینهی عنه
للوجهین ای لکل منهما لا للمجموع
حتی تکون الشعاریة جزء
العلة ویقتصر النهی علیها
فاذا انتفت انتفی لا قائل
به احد من علماء الدنیا
وثالثا کون اللذة من باب
المشکك انما کان یجدی نفعا
لو ثبت جواز نفس الالتذاذ
بتلك الاصوات وتوقفت الحرکة
علی مخصوص منها وثبت
ان اللذة لا تبلغ ذلك الحد
لا بالسماع من نفس الآلات
دون الصندوق ولم یثبت شئ
من ذلك **ورابعا** ان
الصندوق لم یوضع للضرب فنحن

جس پر تو قابو پا سکتا ہے انھیں اپنی آواز سے
ڈگمگا دے۔ (ارے بتاؤ) کہ اُس وقت فاسق
کہاں تھے بلکہ وُہ آثار جن کو تم نے فساق کا شعار قرار
دیا وہ ان کے لئے اثر علت ہیں۔ علت کا جزء نہیں
البتہ بذاتہ جن میں کچھ حرج نہیں۔ اور نہ یہ مقاصدِ
شریعت کے مخالف ہیں۔ پھر وہ فساق کا شعار ہوں
تو اُن سے تشبّہ کی وجہ سے ممنوع ہونگے۔ پھر یہاں
امر شعار پر مبنی ہوگا نہ کہ زیر بحث مقام میں، اور
یُونہی وہ امور کہ اُن کے فی نفسہٖ وجود میں کوئی
حرج ہے اور شعارِ فساق ہوں تو اُن سے دو وجوہ
کی بنا پر ممانعت کی جاتی ہے۔ مفہوم یہ ہے
کہ ہر ایک وجہ کی بنا پر لہذا مجموعہ مراد نہیں تاکہ
ان کا شعار ہونا علت کا جزء ہو جائے۔ اور
نہی صرف ان پر مبنی ہو کہ جب وہ منتفی ہوں تو نہی
منتفی ہو جائے۔ حالانکہ دُنیا کا کوئی عالم اس بات
کا قائل نہیں **وثالثا** لذت کا باب تشکیک
سے ہونا اس وقت فائدہ بخش ہو سکتا ہے
کہ جب اُن آوازوں سے نفسِ لذت کا جواز ثابت
ہوتا۔ اور حرکت مخصوص آوازوں پر موقوف ہوتی۔
اور یہ ثابت ہوتا کہ نفس آلات کے سماع سے
بغیر صندوق کے لذت اُس حد تک نہ پہنچی، حالانکہ
اُن میں سے کوئی بات ثابت نہیں **رابعا** واقعی
صندوق بجانے کے لئے نہیں بنایا گیا۔ یہی وجہ

لا نحرم نفسه بل سماع صوت ای منه وذٰلك یکون بوضع القوالب المودعة فیها اصواتها هی ما وضعت الا لذٰلك وحینئذ لا یقصد من الصندوق الا الضرب وسماعها شعار الفسقة قطعا وبالجملة فالتفرقة بین سماع اصوات الملاهی منها ومن الصندوق ما هی الاجرف هار ماله من قرار **وخامسا** هذا کله علی فرض ذنب التنزلی والا فقد اقمنا البرهان علی ان صوت الملاهی المسموع من الصندوق هو عین صوت تلك الملاهی فکیف یفرق بین الشیئ ونفسه وای حاجة الی الالحاق وباللہ التوفیق **وسادسا** ثم ان السید نفسه یقول قد سمعنا حکایته للقرأن فلم نر الا انها قراءة فصیحة مرتلة بنغمة تمیل الیها النفوس اھ **اقول** افصحتم بالحق فلا......[علہ] القرأن واسدت تلك النغم الحسان تمیل نفوس العامة او تلك الاصوات الملهیة عن ذکر الرحمٰن ......[علہ] لها الشیطان وذٰلك هو الطرب المنهی عنه وعلیه مدار تحریمها فحسب واللہ الموفق۔

ہے کہ نفسِ صندوق کو حرام نہیں قرار دیتے بلکہ اس سے راگ سُننے کو حرام کہتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اس میں ایسے قالب موجود ہیں کہ اُن میں آوازیں بھری جاتی ہیں۔ اور وہ قالب اِسی مقصد کے لئے بنائے گئے ہیں۔ پھر اس صورت میں صندوق سے یہی ضرب مقصود ہے۔ اور اُن لوگوں کا راگ سُننا بلاشُبہہ شعارِ فُسّاق ہے۔ (خلاصۂ کلام) راگ کی آوازیں، آلاتِ لہو اور صندوق کے سننے میں کوئی فرق نہیں۔ اور یہ تفرقہ بالکل کھوکھلے گرنے والے دہانے کی طرح کہ جس کو کوئی قرار اور ثبات نہیں۔ **وخامسا** یہ سب کچھ اس پر مبنی ہے کہ بطریقہ "تنزل" صدورِ گناہ فرض کرلیا جائے ورنہ ہم نے اس پر دلائل و شواہد قائم کئے ہیں کہ جو راگ کی آواز صندوق سے سُنائی دیتی ہے وہ بالکل وہی اصلی آواز ہے (اس کی حکایت اور مثل نہیں) کیونکہ شَے اور اس کی ذات میں کیسے تفرقہ کیا جاسکتا ہے (کیونکہ وہ دونوں باہم عین ہیں) لہٰذا الحاق کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سے حصولِ توفیق ہے۔ **سادسًا** سید صاحب خود فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآن مجید کی حکایت سُنی۔ اور ہم اس سے یہی سمجھتے ہیں کہ وہ ایک فصیح و بلیغ قرأت ہے جو نغمات سے ترتیل شدہ ہے، جس کی طرف نفوس مائل اور راغب ہوتے ہیں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) بلاشبہہ

[علہ] و [علہ] یہاں اصل میں بیاض ہے۔

تم نے حق ظاہر کردیا ہے۔ کیا یہ قرآن مجید نہیں۔ اور جو کچھ ان حسین وجمیل نغموں کے قائم مقام ہے جس کی طرف نفوسِ عامہ راغب ہوتے ہیں یا وہ آوازیں ہیں جو ذکرِ "رحمٰن" سے غافل کرنے والی بلکہ شیطان کی طرف راغب کرنے والی۔ اور یہ وہی خوش کُن راگ ہے کہ جس سے منع کیا گیا ہے۔ اور اسی پر ان کی حرکات کا مدار ہے اور بس۔ اور اللہ تعالٰی ہی (امورِ خیر کی) توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

بالجملہ شک نہیں کہ طبلہ، سارنگی، ڈھولک، ستار یا ناچ یا عورات کا گانا یا فحش گیت وغیرہ جن آوازوں کا فونو سے باہر سُننا حرام ہے بلاشُبہہ اُن کا فونو سے بھی سُننا حرام ہے نہ یہ کہ اُسے محض تصویر و حکایت قرار دے کر حکم اصل سے جُدا کر دیجئے یہ محض باطل و بے معنی ہے۔

سابعًا اس تصویر مجرد مباین اصل ہونے کا حال تو جب کُھلے کہ زید کی ہجو یا اُس کے والدین پر گالیاں اس آلہ میں بھر کر سُنائی جائیں کیا اُس پر وہی ثمرات مرتّب نہ ہوں گے جو فونو سے باہر سننے میں ہوتے پھر اپنے نفس کے لئے فرق نہ کرنا اور واحد قہار کی معصیتوں کو ہلکا کر لینے کے لئے یہ تاویلیں نکالنا کس قدر دیانت سے دُور و مہجور ہے،

نسأل اللّٰہ العفو والعافیۃ اما ما ذکر السید الاھدل عفا اللّٰہ تعالٰی عنا و عنہ من حدیث رؤیۃ صورۃ المرأۃ فی المرآۃ **فاقول ثامنا** تبین لك ان صوت الملاھی من الصندوق ھو عین صوتھا منھا لامثالہ بخلاف عکس المرأۃ فی المرآۃ **وتاسعا** کلام ابن حجر فی التحفۃ فی باب النکاح عقیب قول الامام النووی فی منھاجہ ویحرم نظر رجل بالغ الٰی عورۃ حرۃ ما نصہ خرج مثالھا فلا یحرم نظرہ فی نحو مرأۃ

ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت چاہتے ہیں۔ رہا یہ کہ جو کچھ سید اہدل نے ذکر فرمایا اللہ تعالٰی ہمیں اور انہیں معاف فرمائے، اور وہ آئینہ میں عورت کی شکل وصورت دیکھنے کی بات ہے۔ **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) **ثامنا** تمہارے لئے یہ بات کُھل کر سامنے آگئی کہ صندوق سے راگ کی آواز سُننا بعینہٖ اُسی طرح ہے جس طرح آلاتِ راگ سے آواز سُنی جائے لہٰذا آوازِ صندوق ان کی مثل اور حکایت نہیں بخلاف آئینہ میں عورت کا عکس (فوٹو) دیکھنا۔ **تاسعا** علامہ ابنِ حجر کا کلام تحفہ بابِ نکاح میں امام نووی کے قول "منہاج" کے بعد کہ کسی بالغ مرد کا کسی آزاد عورت کے ستر کی طرف نگاہ کرنا حرام ہے جس کی اُنھوں نے تصریح فرمائی،

كما افتى به غير واحد ويؤيده قولهم
لو علق الطلاق برؤيتها لم يحنث برؤية
خيالها في نحو مرآة لانه لم يرها ومحل
ذٰلك كما هو ظاهر حيث لم يخش فتنة
ولا شهوة اھ[1] ومثله في النهاية للرملي
فقد افاد أخرا ما ابادهذا القياس فان صوت
الملاهي نفسه فتنة ولا دخل فيه لخصوص
ألة فانه يورث قطعا سماعه من الصندوق
ما يورث سماعه من غيره فلا فرق بخلاف
الخيال فانه غير مشتهى بنفسه ولا صالح
لذٰلك فافترقا **وعاشرا** اني لا اظن هذا الشرع
المطهر يبيح رؤية فرج الاجنبية عارية
عن الثياب في المرآة فان فيه من الفساد
والبعد عن مقاصد الشرع ما لا يخفى
ولا اعلم قط رخصته في ذٰلك عن علمائنا
وان حكموا ان برؤية فرج المرأة في
المرآة بشهوة لا تثبت حرمة المصاهرة
لانه لم يرفرجها بل مثاله وهو مبنى
على القول بالانطباع دون انعكاس
الشعاع والا لكان المرئى نفس الفرج
لا خياله . والله تعالٰى اعلم .

تو اس سے عورت کی مثال اور شبیہ (فوٹو) خارج ہے،
لہذا کسی مرد کا آئینہ میں عورت کی شبیہ اور عکس دیکھنا
حرام نہیں جیسا کہ بہت سے علمائے کرام نے اس
کا فتوٰی دیا ہے۔ اور اُن کے اس قول سے
اس کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کسی شخص نے عورت
دیکھنے پر طلاق منکوحہ کو معلق (موقوف) کردیا تو پھر
آئینہ میں عورت کا عکس اور شبیہ دیکھنے سے قسم نہ ٹوٹے
گی۔ کیونکہ اس نے عورت نہیں دیکھی بلکہ اس کا عکس
دیکھا ہے۔ اور محل (محمل) جیسا کہ ظاہر ہے یہ ہے
کہ جہاں فتنہ اور شہوت کا اندیشہ اور خطرہ نہ ہو اھ
اور علامہ رملی کے "النہایہ" میں یونہی مذکور ہے۔ پس
اس نے آخر میں وہ افادہ پیش کیا جس نے اس
قیاس کو واضح کردیا کہ نفس راگ کی آواز فتنہ ہے
پس اس میں خصوصیت آلہ کو کوئی دخل نہیں، لہذا
صندوق سے راگ سُننا یقیناً وہی کچھ پیدا کرتا ہے
جو دوسرے آلاتِ راگ سے سُنا جائے تو پیدا
ہوتا ہے۔ لہذا دونوں کے سماع میں
کوئی فرق نہیں بخلاف خیال (اور عکس) کے اس
میں بذاتِ خود اشتہا (چاہت) نہیں ہوتی اور
وہ اس قابل بھی نہیں ہوتا لہذا دونوں میں فرق
ہوگیا (اور وجہِ افتراق ظاہر ہوگئی) **عاشراً** میں
تو اِس شریعت پاک کے متعلق یہ گمان نہیں کرسکتا کہ اُس نے آئینہ میں برہنہ عورت کی شرمگاہ کو دیکھنے
کی اجازت دی ہو (اور اس کو مباح قرار دیا ہو) کیونکہ اس میں ایسا فساد اور مقاصد شریعت سے بُعد

---

[1] تحفہ

(دُوری) ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ اور مجھے اپنے علمائے کرام سے قطعاً اس کی اجازت اور رخصت معلوم نہیں۔ اگرچہ انھوں نے یہ حکم دیا ہے کہ آئینہ میں بطور شہوت کسی عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے حرمت مصاہرۃ (حرمتِ دامادی) ثابت نہ ہوگی کیونکہ مرد نے عورت کی شرمگاہ نہیں دیکھی اس کا عکس اور شبیہ دیکھی ہے۔ اور یہ قولِ انطباع (ٹھپہ لگ جانا) پر مبنی ہے نہ کہ انعکاسِ شعاع پر۔ ورنہ مرئی نفسِ شرمگاہ ہوتی نہ کہ اس کا خیال۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مقدمہ ثانیہ علمائے کرام نے وجودِ شے کے چار مرتبے لئے ہیں:

(۱) وجود فی الاعیان جس طرح زید کہ خارج میں موجود ہے۔

(۲) وجود فی الاذہان کہ صورتِ زید جو اس کے لئے مرآتِ ملاحظہ ہے ذہن میں حاضر ہے۔

(۳) وجود فی العبارۃ کہ زبان سے نام زید لیا گیا،

فان الاسم عبارۃ عن المسمی وفی مسند احمد و سنن ابن ماجۃ وصحاح الحاکم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربہ عزوجل انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ[1]۔

کیونکہ نام اپنے مسمّٰی سے عبارت ہے (اور اُسی کو ظاہر کرتا ہے) چنانچہ مسند امام احمد، سنن ابن ماجہ، صحیح حاکم اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حوالے سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے پروردگار عزوجل سے ذکر فرمایا کہ وہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔ (ت)

(۴) وجود فی الکتابۃ کہ نام زید لکھا گیا،

قال اللہ تعالٰی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰىۃ والانجیل[2]۔

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) اس نبی کو اہلِ کتاب اپنے پاس توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] مسند امام بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۴۰
صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ لاتحرک بہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۲
[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

ظاہر ہے کہ عامہ اعیان میں یہ دو نحو اخیر بلکہ نحو ثانی بھی شئے کے خود اپنے وجود نہیں کہ حصول اشیاء باشباحہا ہے نہ کہ بانفسہا۔

اقول وھذا ھو عندی حقیقۃ انکار ائمتنا المتکلمین الوجود الذھنی ای ان الشیئ لیس فی الذھن بل شبیھہ وحملہ الامام الرازی علی انکار کونہ علما ثم ذھب بہ المتاخرون الٰی ما ذھبوا والا فانکار قیام معان بالاذھان مما لایعقل عن عاقل فضلا عن اولٰئک اساطین العلم والعرفان۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہی میرے نزدیک حقیقت ہے۔ اور ہمارے ائمہ اہل کلام کا وجود ذہنی کا انکار کرنا بایں معنی ہے کہ خود شے ذہن میں نہیں ہوتی بلکہ اس کی شبیہ اور مثال ہوتی ہے۔ اور امام فخر الدین رازی نے اس بات کو اس پر حمل کیا کہ اس سے علم شے کے ہونے کا انکار مراد ہے۔ پھر ائمہ متاخرین اس مسئلہ میں گئے ہیں کہ جس طرف رہ گئے ہیں ورنہ اذہان کے ساتھ قیام معانی کا انکار کرنا کسی صاحب عقل سے غیر معقول ہے (جو تابع فہم نہیں) چہ جائیکہ اُن علم وعرفان کے ستونوں سے (اس بات کا انکار ہو)۔ (ت)

مگر ہمارے ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے عقیدہ حقہ صادقہ میں یہ چاروں نحو قرآن عظیم کے حقیقی مواطن وجود و تحقیقی مجالی شہود ہیں وہی قرآن کہ صفت قدیمہ حضرت عزت عزۃ جلالہ اور اس کی ذات پاک سے ازلاً ابداً قائم و مستحیل الانفکاک ولاھو ولاغیرہ لاخالق ولامخلوق (جو ازلی ابدی طور پر (اللہ تعالٰی کی ذات کے ساتھ) قائم ہے پس اس کا جُدا ہونا محال ہے، نہ عینِ ذات ہے، اور نہ وہ اس کا غیر ہے، نہ وہ خالق ہے اور نہ مخلوق۔ ت) لقیناً وہی ہماری زبانوں سے متلو ہمارے کانوں سے مسموع ہمارے اوراق میں مکتوب ہمارے سینوں میں محفوظ ہے۔ والحمد للہ رب العٰلمین، نہ یہ کہ یہ کوئی اور جدا شئے قرآن پر دال ہے، نہیں نہیں، یہ سب اسی کی تجلیاں ہیں ان میں حقیقۃً وہی متجلی ہے بغیر اس کے کہ وہ ذات الٰہی سے جدا ہوا یا کسی حادث سے ملا یا اس میں حلول کیا یا کسوتوں کے حدوث سے اس کے دامن قدم پر کوئی داغ آیا یا ان کے تکثر سے اس کی طرف تعدد نے راستہ پایا۔ ؎

دمبدم گر لباس گشت بدل   شخص صاحب لباس راچہ خلل

(اگر ساعت بہ ساعت لباس بدل گیا تو صاحب لباس کا اس میں کیا نقصان ہے۔ ت)

؎ مہرے ست دراز تاب خفاش   ایمان باید ترانہ کنگاش

(چمگادڑ طویل چمک والی کا مہر ہے، تجھ میں ایمان ہونا چاہیے نہ کہ صلاح ومشورہ۔ ت)

ابوجہل نے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو شتر زجوان کی شکل میں دیکھا کہ منہ کھولے ہوئے اس پر حملہ کیا

کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ جبریل نہ تھے کوئی اور چیز جبریل پر دلالت کرنے والی تھی حاشا یقیناً جبریل ہی تھے اگرچہ یہ بھی یقیناً معلوم ہے کہ جبریل کی صورت جمیلہ ہرگز صورت جملیہ نہیں له ستماۃ جناح قد سد الافق (اس کے یعنی جبریل علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں جو آسمان کے کناروں پر روک بن گیا۔ ت) اس راز کو اہلِ حقائق ہی خوب سمجھتے ہیں ہم پر تسلیم و اذعان واجب ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واذا قرئ القراٰن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون[1]	جب قرآن مجید پڑھا جائے تو خاموش ہو کر اُسے کان سے سنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ[2]	تو اسے پناہ دو (یعنی آنے والے کو) تاکہ وہ اللہ تعالٰی کا کلام سُنے (ت)

اور فرماتا ہے:

فاقرءوا ما تیسر من القراٰن[3]	پڑھو، جس قدر قرآن مجید آسان ہو (یعنی آسانی سے پڑھ سکو)۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

ولقد یسرنا القراٰن للذکر فھل من مدکر[4]	یقیناً ہم نے نصیحت کے لئے قرآن مجید آسان کردیا بھلا ہے کوئی نصیحت ماننے والا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

بل ھو اٰیٰت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم[5]	بلکہ وہ روشن اور واضح آیتیں ہیں، اُن لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں جنھیں علم سے نوازا گیا (ت)

اور فرماتا ہے:

وانه لفی زبر الاولین[6]	بیشک وہ پہلے لوگوں کے صحیفوں میں موجود ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۴
[2] القرآن الکریم ۹/ ۶
[3] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰
[4] القرآن الکریم ۵۴/ ۱۷
[5] القرآن الکریم ۲۹/ ۴۹
[6] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۹۶

اور فرماتا ہے :

فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ [1]

وہ باعزت، بلند اور پاک صحیفوں میں مرقوم ہے (ت)

اور فرماتا ہے :

بل ھو قراٰن مجید فی لوح محفوظ [2]

بلکہ شرف و بزرگی والا قرآن کریم لوحِ محفوظ (محفوظ تختی) میں (لکھا ہوا) ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

انہ لقراٰن کریم ۝ فی کتٰب مکنون ۝ لا یمسہ الا المطھرون ۝ [3]

بیشک وہ باعزت قرآن مجید ایک پوشیدہ کتاب میں درج ہے اس کو سوائے پاکیزہ افراد کے اور کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

نزل بہ الروح الامین ۝ علی قلبک لتکون من المنذرین ۝ بلسان عربی مبین ۝ [4] الٰی غیر ذٰلک من الاٰیات۔

اے روح الامین (حضرت جبریل) نے واضح عربی زبان میں تمہارے قلبِ اطہر پر اتارا تاکہ تم سنانے والے حضرات میں سے ہو جاؤ، یہاں تک کہ انکے علاوہ اور بھی بیشمار اس نوع کی آیات ہیں۔ (ت)

دیکھو اُسی کو مقرو اُسی کو مسموع اسی کو محفوظ اُسی کو مکتوب قرار دیا اُسی کو قرآن اور اپنا کلام فرمایا، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں :

القراٰن کلام اللہ فی المصاحف مکتوب و فی القلوب محفوظ و علی الالسنۃ مقرو و علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منزل و لفظنا بالقراٰن مخلوق و کتابتنا لہ مخلوق و کلام اللہ تعالٰی غیر مخلوق [5]

قرآن مجید اللہ کا کلام صحیفوں میں لکھا ہے اور دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں پر پڑھا گیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر اتارا گیا ہے، اور ہمارا قرآن مجید کو بولنا اور اسی طرح اس کو لکھنا اور پڑھنا مخلوق ہے لیکن بایں ہمہ اللہ کا کلام مخلوق نہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۸۰/۱۳ و ۱۴
[2] القرآن الکریم ۸۵/۲۱
[3] ″ ۵۶/۷۷ تا ۷۹
[4] ″ ۲۶/۱۹۳ تا ۱۹۵
[5] فقہ اکبر مع وصیت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۴

نیز وصایا میں فرماتے ہیں:

نقر بان القرآن کلام اللہ تعالیٰ و وحیہ وتنزیلہ و صفتہ لاھو ولا غیرہ بل ھو صفۃ علی التحقیق مکتوب فی المصاحف مقرو بالالسن محفوظ فی الصدور من غیر حلول فیہا (الیٰ قولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واللہ تعالیٰ معبود ولا یزال عما کان وکلامہ مقرو ومکتوب و محفوظ من غیر مزایلۃ عنہ[1]

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا کلام، اس کی وحی، اس کا نازل کردہ اور اس کی صفت ہے۔ لہٰذا وہ عین ہے اور نہ غیر، بلکہ بربنائے تحقیق اس کی صفت عالیہ ہے۔ صحیفوں میں لکھا ہوا، زبانوں پر پڑھا ہوا، اور سینوں میں حلول کے بغیر محفوظ شدہ۔ (امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد تک) اور اللہ تعالیٰ سچا معبود ہے اور اس کی شان ہمیشہ "الآن کما کان" (ایک شان پر جلوہ گر) ہے۔ پس اس کا کلام پڑھا گیا، لکھا گیا اور حفاظت شدہ ہے، بغیر اس کے کہ اس سے کوئی چیز زائل ہو۔ (ت)

عارف باللہ سیدی علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی مطالب وفیہ میں فرماتے ہیں:

لاتظن ان کلام اللہ تعالیٰ اثنان ھذا اللفظ المقرو والصفۃ القدیمۃ کما زعم ذلک بعض من غلبت علیہ اصطلاحات الفلاسفۃ والمعتزلۃ فتکلم فی کلام اللہ تعالیٰ بما اداہ الیہ عقلہ وخالف اجماع السلف الصالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم علی ان کلام اللہ تعالیٰ واحد لا تعدد لہ بحال وھو عندنا ھو عندہ تعالیٰ ولیس الذی عندنا غیر الذی عندہ ولا الذی عندہ غیر الذی عندنا

یہ گمان نہ کیجئے کہ اللہ تعالےٰ کے دو کلام ہیں، ایک یہ پڑھے ہوئے الفاظ، دوسری وہ صفت قدیمہ، جیسا کہ بعض ان لوگوں نے گمان کیا کہ جن پر فلاسفہ اور معتزلہ کی زبان (اصطلاحات) غالب ہوگئی۔ پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام میں ایسی گفتگو کی کہ جس تک انھیں ان کی ناقص عقل نے پہنچا دیا۔ اور انھوں نے اسلاف صالحین کے اجماع کا خلاف کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم، باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایک ہے، کسی حال میں اس کے اندر کوئی تعداد نہیں۔ لہٰذا جو ہمارے نزدیک ہے وہی اللہ تعالےٰ کے نزدیک ہے۔ اور یوں بھی نہیں جو ہمارے پاس ہے وہ غیر ہے اسکا جو اسکے پاس ہے اور نہ یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے

---

[1] فقہ اکبر مع وصیت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۲۹

بل ھو صفة واحدۃ قدیمة موجودۃ عندہ تعالٰی بغیر اٰلة لوجودھا وموجودۃ ایضًا عندنا بعینھا لکن سبب اٰلة ھی نطقنا وکتابتنا وحفظنا فمتی نطقنا بھٰذہ الحروف القراٰنیة وکتبناھا وحفظناھا کانت تلك الصفة القدیمة القائمة بذات اللّٰہ تعالٰی التی ھی عندھا تعالٰی ھی عندنا ایضا بعینھا من غیر ان یتغیر من انھا عندہ تعالٰی ولا انفصلت عنه تعالٰی ولا اتصلت بنا وانما ھی علٰی ما علیه قبل نطقنا وکتابتنا وحفظنا[1] الٰی اٰخر ما اطال واطاب علیه رحمة الملك الوھاب۔

بلکہ وہ ایک ہی صفت قدیمہ ہے جو اللہ تعالٰی کے ہاں موجود ہے۔ جبکہ اس کے وجود میں کسی آلہ کا کوئی دخل نہیں۔ اور وہ بعینہٖ ہمارے پاس بھی موجود ہے مگر اس کا آلہ ہے۔ اور وہ ہمارا بولنا، لکھنا اور یاد رکھنا ہے۔ پھر جب ہم ان حروفِ قرآنیہ کو بولیں، انھیں لکھیں اور انھیں یاد کریں تو جو صفت قدیمہ کہ اللہ تعالٰی کی ذات سے قائم ہے جو اس کے حضور موجود ہے یہ وہی ہے جو بعینہٖ ہمارے پاس موجود ہے بغیر اس کے کہ اس میں تبدیلی پیدا ہو جائے اُس صفت سے جو اللہ تعالٰی کے حضور موجود ہے اور یہ بھی نہیں کہ اللہ تعالٰی سے کچھ منفصل (جدا) ہوکر ہم سے متصل (پیوستہ) ہو جائے۔ بلکہ وہ صفت اب بھی اسی حالت پر موجود ہے جو ہمارے بولنے، لکھنے اور یاد کرنے سے پہلے جس حالت پر موجود تھی (علامہ موصوف نے) آخر تک بہی طویل اور پاکیزہ کلام فرمایا۔ بخشش کرنے والے، کائنات کے حکمران کی اُن پر بے پایاں اور خصوصی رحمت کا نزول ہو۔ (ت)

حدیقہ ندیہ نوع اوّل فصل اول باب اول میں فرماتے ہیں:

اذا علمت ھٰذا ظھر لك فساد قول من قال ان کلام اللّٰہ تعالٰی مقول بالاشتراك الوضعی علٰی معنیین الصفة القدیمة والمؤلف من الحروف والکلمات الحادثة فانه قول یؤول بصاحبه الی اعتقاد الشرك فی صفات اللّٰہ تعالٰی واشارۃ النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه

جب تمھیں یہ معلوم ہوگیا تو پھر تم پر اس کے اِس قول کا فساد ظاہر ہوگیا کہ جس نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالٰی کا کلام اشتراکِ وضعی کے طور پر دو معنوں پر بولا گیا ہے: ایک صفت قدیمہ اور دوسرا وہ جو حروف اور کلماتِ حادثہ سے مرکب ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا قول ہے جو اللہ تعالٰی کی صفات میں اعتقادِ شرک کی طرف راجع (اور پہنچاتا ہے) (لہٰذا یہ قول قطعاً ٹھیک نہیں)

[1] المطالب الوفیہ شرح الفرائد السنیۃ

وسلم ھنا فی ھذا الحدیث (ای حدیث ان ھذا القراٰن طرفه بید الله تعالیٰ و طرفه بایدیکم رواه ابن ابی شیبة والطبرانی فی الکبیر[1] عن ابی شریح رضی الله تعالیٰ عنه) الی القراٰن تفید انه واحد لا تعدد له اصلا وھو الصفة القدیمة وھو مکتوب فی المصاحف المقرو بالالسنة المحفوظ فی القلوب من غیر حلول فی شیٔ من ذٰلك ومن لم یفھم ھذا علیٰ حسب ما ذکرنا لصعوبته علیه یجب علیه الایمان به بالغیب کما یؤمن بالله تعالیٰ وبباقی صفاته سبحانه وتعالیٰ ولا یجوز لاحد ان یقول بحدوث ما فی المصاحف والقلوب والالسنة الیٰ اٰخر ما افاد واجاد علیه رحمة الملك الجواد۔[2]

اور حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا اِس حدیث میں یعنی حدیث ذیل میں اسی طرف اشارہ ہے۔ یہ قرآن مجید اس کی ایک طرف اللہ تعالیٰ کے بے مثل ہاتھ میں ہے۔ اور اس کی دوسری طرف تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ تو گویا آپ کا قرآن مجید کی اسی حیثیت کی طرف اشارہ ہے۔ محدث ابن ابی شیبہ اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ پس اس اشارہ سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایک ہے اس میں بالکل کوئی تعدد نہیں۔ اور وہ صفت قدیمہ ہے جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے۔ زبانوں سے پڑھا گیا اور دلوں میں ضبط شدہ ہے کہ جس میں کوئی حلول نہیں۔ اور جو کوئی ہمارے ذکر کردہ بیان کے مطابق اس مسئلہ کو بوجہ اس کے اشکال کے نہ سمجھے تو پھر بھی واجب ہے کہ وہ اس پر اسی طرح ایمان بالغیب رکھے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ پاک اور برتر کی ذات اور دیگر صفات پر ایمان رکھتا ہے۔ اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ جو کچھ مصاحف میں مرقوم، دلوں میں موجود اور زبانوں پر جاری ہے وہ حادث ہے (یہ سب کچھ) آخر تک علامہ موصوف نے افادہ فرمایا اور اس میں کمال کردیا۔ لہذا اللہ تعالیٰ جو پوری کائنات کا بادشاہ اور نمایاں طور پر سخی ہے اس کی ان پر خصوصی رحمت وبرکات کا دائمی نزول ہو۔ (ت)

امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبریٰ باب ما یجوز بیعہ وما لا میں فرماتے ہیں:

قد جعله (ای المکتوب والمصحف) اھل السنة والجماعة حقیقة کلام الله تعالیٰ

اہل سنت وجماعت نے جو کچھ مصاحف میں لکھا ہوا ہے اس کو حقیقۃً اللہ تعالیٰ کا کلام ٹھہرایا اگرچہ

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی فی الکبیر الترغیب فی اتباع الکتاب والسنۃ حدیث ۲ مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۹

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ باب اول مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۶۲-۶۱

وان کان النطق بہ واقعا منا فافہم، واکثر من ذلک لایقال ولا یسطر فی کتاب[1]۔

ہماری طرف سے اس کا تلفظ (بولنا) واقع ہوتا ہے، لہٰذا اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کیونکہ اس سے زیادہ نہ کہا جاسکتا ہے اور نہ کسی کتاب میں لکھا جاسکتا ہے۔ (ت)

اور پُرظاہر کہ اس بارہ میں سب کسوٹیاں یکساں ہیں جس طرح کاغذ کی رقوم میں وہی قرآن کریم میں مرقوم ہے اسی طرح فونو میں جب کسی قاری کی قراءت بھری گئی اور اشکال حرفیہ کہ ہوائے دہن پھر ہوائے مجاور میں بنی تھیں اس آلہ میں مرتسم ہوئیں ان میں بھی وہی کلام عظیم مرسوم ہے اور جس طرح زبان قاری سے جو ادا ہوا قرآن ہی تھا، یونہی اب جو اس آلہ سے ادا ہوگا قرآن ہی ہوگا جس طرح اس آلہ سے اگر حضرت شیخ سعدی قدس سرہ کی کوئی غزل ادا کی جائے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہ غزل نہیں یا حضرت شیخ سعدی قدس سرہ کا کلام نہیں، یونہی جب اس سے کوئی آیہ کریمہ ادا کریں کوئی شبہہ نہیں کرسکتا کہ وہ آیت ادا نہ ہوئی، ضرور ادا ہوئی اور اسی تادیہ سے ہوئی جو اصل قاری کی زبان و گلو سے پیدا ہوا تھا۔

رہا یہ کہ پھر اس کے سماع سے سجدہ کیوں نہیں واجب ہوتا جبکہ فونو سے کوئی آیہ سجدہ تلاوت کی جائے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) ہاں فقیر نے یہی فتوٰی دیا ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ آیت نہیں، اس کا انکار تو بداہت کا انکار ہے، نہ ہماری تحقیق پر یہاں اس عذر کی گنجائش ہے کہ وجوب سجدہ کے لئے قاری کا جنس مکلف سے ہونا عند الاکثر وھو الصحیح اور مذہب اصح پر عاقل بلکہ ایک مذہب مصحح پر بالفعل اہل ہوش سے بھی ہونا درکار ہے۔ طوطی یا مینا کو آیت سجدہ سکھادی جائے تو اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ ہوگا، اسی طرح مجنون بلکہ ایک تصحیح میں سوتے کی تلاوت سے بھی وجوب نہیں، نہ اس پر اگرچہ جاگنے کے بعد اُسے اطلاع دے دی جائے کہ تُو نے آیت سجدہ پڑھی تھی، نہ اس سے سننے والے پر۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لاتجب بسماعہ من الطیر[2]۔

سجدہ تلاوت واجب نہ ہوگا جبکہ کسی پرندے سے آیت سجدہ سُنے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو الاصح زیلعی وغیرہ وقیل

اور وہی زیادہ صحیح ہے۔ زیلعی وغیرہ (میں یہی مذکور ہے)

---

[1] المیزان الکبرٰی باب مایجوز بیعہ ومالایجوز مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۷

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰۃ باب سجود التلاوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۵

وقیل تجب وفی الحجۃ ھو الصحیح، تاتارخانیۃ۔ قلت والاکثر علی تصحیح الاول وبہ جزم فی نورالایضاح[1]۔

اور یہ بھی کہا گیا بصورت مذکورہ سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے۔ چنانچہ فتاوٰی حجۃ میں ہے کہ یہی صحیح ہے، تاتارخانیہ۔ میں کہتا ہوں کہ اکثر ائمہ کرام قولِ اوّل کی تصحیح پر قائم ہیں، چنانچہ نورالایضاح میں اسی پر یقین کیا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

النائم اذا اخبرانہ قرأھا فی حالۃ النوم تجب علیہ وھوالاصح تتارخانیۃ وفی الدرایۃ لاتلزمہ ھوالصحیح امداد ففیہ اختلاف التصحیح واما لزومھا علی السامع منہ اومن المغمی علیہ فنقل فی الشرنبلالیۃ ایضا اختلاف الروایۃ والتصحیح وکذا من المجنون[2]۔

سونے والے کو جب بتایا جائے کہ اس نے بحالتِ خواب آیت سجدہ پڑھی تو اس پر سجدہ کرنا واجب ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے، تتارخانیہ۔ اور درایہ میں ہے کہ اس پر (دریں صورت) سجدہ لازم نہیں، اور یہی صحیح ہے، امداد۔ پس اس میں تصحیح کا اختلاف ہے لیکن سامع (سننے والا) اور بیہوش پر سجدۂ تلاوت کا لزوم (تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ شرنبلالیہ میں روایۃ اور تصحیح کا اختلاف نقل کیا گیا ہے اور اسی طرح دیوانے کے بارے میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال فی الفتح لکن ذکر شیخ الاسلام انہ لایجب بالسماع من مجنون او نائم او طیرلان السبب سماع تلاوۃ صحیحۃ وصحتھا التمییز ولم یوجد وھذا التعلیل یفید التفصیل فی الصبی فلیکن ھوالمعتبران کان ممیزا وجب بالسماع منہ والافلا اھ واستحسنہ فی الحلیۃ[3]۔

فتح القدیر میں فرمایا: لیکن شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا اگر دیوانے یا سونے والے یا پرندہ سے آیت سجدہ سُنی تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں کیونکہ اس کا سبب تلاوت صحیحہ ہے۔ اور صحتِ تلاوت کا مدار تمیز ہے اور وہ یہاں نہیں پائی گئی۔ اور یہ تعلیل اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ یہی تفصیل بچے میں کی جائے۔ لہٰذا اسی کا اعتبار کرنا چاہیے کہ اگر بچہ عقل وتمیز رکھتا ہے تو اس سے آیۃ سجدہ سنی گئی تو سجدہ تلاوت واجب ہے ورنہ نہیں اھ اور اس کو حلیہ میں مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب سجود التلاوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۱۷

[2] و [3] " " " " " " " " ۱/۵۱۶

ہم ثابت کرتے آئے ہیں کہ یہ جو فونو سے سُننے میں آئی اُسی مکلّف عاقل ذی ہوش کی تلاوت ہے نہ کہ اس کی مثال وحکایت۔ پھر آخر یہاں سجدہ نہ واجب ہونے کی کیا وجہ ہے، **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) ہاں وجہ ہے اور نہایت موجہ ہے گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سُنائی دیتی ہے جسے عربی میں صدا کہتے ہیں۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اس کے سُننے سے بھی سجدہ واجب نہیں ہوتا، نہ خود قاری پر نہ سامع اول پر جس نے تلاوت سُن کر دوبارہ یہ گونج سُنی نہ نئے پر جس نے پہلی تلاوت نہ سُنی تھی یہ صدا ہی سُنی کہ حکم مطلق ہے۔ تنویر و دُر میں ہے:

لا تجب بسماعہ من الصدٰی[1]

آواز بازگشت سے آیتِ سجدہ سُنی تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

تجب علی المحدث والجنب وکذا تجب علی السامع بتلاوۃ ھٰؤلاء الا المجنون لعدم اھلیتہ لانعدام التمییز کالسماع من الصدٰی کذا فی البدائع والصدی مایعارض الصوت فی الاماکن الخالیۃ[2]

بے وضو اور جنبی (ناپاک) پر سجدۂ تلاوت ادا کرنا واجب ہے۔ اور اسی طرح ان لوگوں سے تلاوت سُننے والے پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے مگر دیوانے پر نہیں، اس لئے کہ وہ اہلیتِ سجدہ نہیں رکھتا کیونکہ اس میں عقل اور تمیز نہیں جیسے آواز بازگشت سُننے سے وجوبِ سجدہ نہیں۔ البدائع میں یہی مذکور ہے۔ اور صدٰی (آواز، بازگشت) وہ ہے جو بلند مقامات میں آواز سے ٹکرائے اور اس کے مقابل پیدا ہوجائے۔(ت)

اب صدا میں علماء مختلف ہیں کہ ہوا اسی تموّج اوّل سے پلٹتی ہے یا گنبد وغیرہ کی ٹھیس سے وہ تموج زائل ہوکر تموّج تازہ اسی کیفیت سے متکیف ہم تک آتا ہے مواقف ومقاصد اور اُن کی شروح میں ثانی کو ظاہر بتایا پھر اس ثانی کے بیان میں عبارات مختلف ہیں بعض اس طرف جاتی ہیں کہ پلٹتی وہی ہوا ہے مگر اس میں تموج نیا ہے یہی ظاہر ہے شرح مواقف وطوالع و بعض شروح طوالع سے، بعض تصریح کرتی ہیں ہوا ہی دوسری اسی کیفیت سے متکیف ہوکر آتی ہے یہ نص مواقف ومقاصد وشرح ہے، مطالع الانظار کی عبارت پھر متحمل ہے ولہٰذا ہم نے یہ مضمون ایسے الفاظ میں ادا کیا کہ دونوں معنی پیدا کریں۔ مواقف

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰۃ باب سجود التلاوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۵

[2] بحرالرائق " " مصطفٰی البابی مصر ۲/ ۱۱۹

میں ہے :

الظاھر ان الصدی تموج ھواء جدید لارجوع الھواء الاول[1]

ظاہر یہ ہے کہ آواز بازگشت ایک نئی ہوا میں موج پیدا ہوتا ہے، لہٰذا وہ پہلی ہوا کا واپس لوٹنا نہیں۔(ت)

شرح میں ہے :

وذٰلك لان الھواء اذا تموج علی الوجه الذی عرفته حتی صادم جسما یقاومه و یردہ الی خلف لم یبق فی الھواء المصادم ذٰلك التموج بل یحصل فیه بسبب مصادمته ورجوعه تموج شبیه بالتموج الاول، وقد یظن ان الھواء المصادم یرجع متصفا بتموجه الاول بعینه فیحمل ذٰلك الصوت الاول الی السامع الاتری ان الصدی یکون علی صفته وھیأته وھذا وان کان محتملا الا ان الاول ھو الظاھر[2]

یہ اس لئے کہ جب ہوا میں اُس وجہ کے مطابق موج پیدا ہو کہ جس کو آپ پہچان چکے، حتّٰی کہ اگر وہ کسی ایسے جسم سے ٹکرائے کہ جو اس کے مقابلے میں آئے اور وُہ اسے پیچھے کی طرف لوٹا دے تو پھر اس ٹکرانے والی ہوا میں وہ تموج باقی نہ رہے گا بلکہ اس میں تصادم اور رجوع کی وجہ اور سبب سے ایک ایسا تموج پیدا ہوگا جو تموج اوّل کے بالکل مشابہ اور اس کی شبیہ ہوگا۔ اور کبھی یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ہوا متصادم بعینہٖ یعنی بالکل اسی پہلے تموج کے ساتھ متصف رہتے ہوئے واپس لوٹتی ہے۔ پھر اُس پہلی ہی آواز کو اٹھا کر سامع تک پہنچا دیتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ صدٰی (بازگشت) اپنی صفت اور ہیئت پر باقی ہوتی ہے اگرچہ اس بات کا احتمال ہے مگر پہلی بات ہی ظاہر ہے۔(ت)

مقاصد میں ہے :

جعل الواصل نفس الھواء الراجع اواخر متکیفا بکیفیته علی ماھو الظاھر[3]

نفسِ ہوا راجع کو واصل قرار دینا یا دوسری ہوا کو جو پہلی کی کیفیت سے متکیف (اور متصف) ہو جیسا کہ یہ ظاہر ہے۔(ت)

شرح میں ہے :

---

[1] المواقف مع شرحہ النوع الثالث المقصد الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۶۷

[2] شرح المواقف " " " " ۵/ ۶۸-۲۶۷

[3] المقاصد علی ہامش شرح المقاصد النوع الثالث دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱/ ۲۱۷

تردد وافی ان حدوثه من تموج الهواء الاول الراجع علی هیأته او من تموج هواء اٰخر بیننا وبین المقاوم متکیف بکیفیۃ الهواء الراجع وھذا ھو الاشبه[1]

ماہرینِ عقلیات کو اس بات میں تردد (اور تذبذب) ہے کہ آواز کے پیدا ہونے کا اصل سبب کیا ہے، آیا وہ پہلی ہوا جو اپنی ہیئت پر لَوٹنے والی ہے (وہ اس کے حدوث کا سبب ہے) یا کسی دوسری ہوا کا تموّج (لہرانا) جو ہمارے اور جسم کے مقابل کے درمیان واقع ہے جو لوٹنے والی ہوا کی کیفیت سے متصف اور متکیف ہے (وہ آواز کے حدوث کا سبب ہے) اور یہی اشبہ ہے۔ (ت)

طوالع میں ہے:

الصدٰی صوت یحصل من انصراف ھواء متموج عن جبل او جسم املس[2]

الصدٰی آواز بازگشت، ایک ایسی آواز ہے جو کسی پہاڑ یا ملائم (چکنا) جسم سے موج والی ہوا کے لوٹنے سے پیدا ہوتی ہے (ت)

اُس کی شرح مطالع میں ہے:

فان الهواء اذا تموج وقاومه مصادم کجبل او جدار املس بحیث یصرف ھذا الهواء المتموج الٰی خلف محفوظا فیه ھیأۃ تموج الهواء الاول حدث من ذٰلك صوت وھو الصدا[3]

جب ہوا میں تموّج یعنی لہر پیدا ہو۔ اور کوئی ٹکرانے والا جسم (متصادم) اس کے مقابل ہوجائے جیسے پہاڑ یا کوئی ملائم دیوار کہ یہ مقابل جسم اس تموّج والی ہوا کو پیچھے پھیر دے اور دھکیل دے کہ اُس پہلی ہوا کا تموّج اپنی ہیئت پر بدستور محفوظ ہو۔ پس اِس سے ایک آواز پیدا ہوگی۔ پس وہی "صدٰی" یعنی آواز، بازگشت ہے (ت)

اُس کی دوسری شرح میں ہے:

الصدٰی صوت یحصل من ھواء متموج منصرف عن جسم املس یقاوم الهواء المتموج ویمنعه من النفوذ

الصدٰی آواز بازگشت، ایک آواز ہے جو موج والی ہوا، جو کسی ملائم جسم کی وجہ سے لوٹتی ہے، جو تموّج والی ہوا کے مقابل ہوتا ہے، اور اس کو

---

[1] شرح المقاصد النوع الثالث دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۸
[2] طوالع الانوار
[3] مطالع الانظار شرح طوالع الانوار

فیہ و بالضرورۃ ینصرف الھواء المتموج من ذلک الجسم الی الخلف علی مثل الھیأۃ التی کان علیھا وحینئذ یحتمل ان یکون الھواء المتموج المصادم للجسم الاملس یرجع متصفا بتموجہ الاول بعینہ ویحمل الصوت الی السامع وان یکون سبب الصدی تموج جدید حصل للھواء لانہ اذا تموج الھواء حتی صادم جسما املس یقاومہ و یردہ الی الخلف لم یبق فی الھواء المتصادم ذلک التموج بل یحصل لسبب المصادمۃ والرجوع تموج شبیہ بالتموج الاول فھذا التموج الجدید الذی کان ابتداءہ عند انتھاء الاول ھو سبب الصدی قیل الاظھر ھو الثانی ۱؎

اس میں نفوذ سے روکتا ہے۔ لہذا اس ضرورت کی بنا پر تموج والی ہوا اس جسم سے اُسی پہلی ہیئت پر پیچھے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ لہذا اس صورت میں یہ احتمال ہے کہ تموج والی ہوا جو کسی چکنے اور ملائم جسم سے ٹکراتے ہوئے بعینہٖ پہلے تموج سے متصف رہتے ہوئے لوٹ جائے، اور آواز کو اٹھاکر سامع تک پہنچادے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آوازِ بازگشت (صدٰی) کا سبب کوئی تموج جدید ہو جو ہوا کو حاصل ہوا ہو۔ کیونکہ جب ہوا میں تموج پیدا ہو جبکہ اس سے کوئی ایسا ملائم جسم مقابل ہوجائے جو اُسے پیچھے کی طرف لوٹا دے، پھر ہوا متصادم میں وہ تموج باقی نہ رہے گا بلکہ تصادم اور رجوع کے سبب سے ہوا میں کوئی ایسی موج پیدا ہوجائے جو بالکل تموج اول کی شبیہ ہو۔ پس یہ تموج جدید کہ جس کی ابتداء پہلے تموج کی انتہا سے ہے۔ پس یہی آوازِ بازگشت (صدٰی) کا سبب ہے۔ اور کہا گیا کہ یہ دُوسری بات زیادہ ظاہر ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) برتقدیرِ ثانی ظاہر یہی معنی ثانی ہے کہ راجع ہوائے ثانی ہے،

اولاً صدمۂ جبل نے اگر ہوائے اول کو روک لیا اور اس کا تموج دُور کردیا تو دوبارہ اس میں تموج کہاں سے آیا وہ تصادم تو اس کا مسکّن ٹھہرا نہ کہ محرک

ثانیاً اثرِ قرع دو تھے، تحرک و تشکل۔ جو صدمہ تحرک سے روک دے گا تشکل کب رہنے دے گا جو نقش برآب سے بھی نہایت جلد مٹنے والا ہے کیا ہم نہیں دیکھتے کہ پانی کو جنبش دینے سے جو تشکل اس میں پیدا ہوتی ہے اس کے ساکن ہوتے ہی معاً جاتی رہتی ہے۔ خود شرح مواقف میں گزرا اذا انتفی انتفی ۲؎ (جب وہ منتفی ہوگا تو یہ منتفی ہوگا۔ ت) اور جب وہ تشکل جاتا رہا تو اب اگر کسی محرک سے پلٹے گی بھی

۱؎ شرح طوالع الانوار

۲؎ شرح المواقف المقصد الاول النوع الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۵۸

اشکال حرفیہ کہاں سے لائے گی کہ وہ تحریک غیر ناطق سے ناممکن ہیں تو اس قول ثانی کی صحیح و صاف تعبیر وہی ہے جو مواقف و مقاصد میں فرمائی یعنی مثلاً مقاومت جبل سے یہ ہوا تو رک گئی مگر اس کا دھکا وہاں کی ہوا کو لگا اور اس کے قرع سے اس میں تشکل و تحرک آیا آواز کا ٹھپا اس میں سے اُس میں اُتر گیا اور یہ رُک گئی کہ نہ اس میں تحرک رہا نہ تشکل۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) شاید قائل کہہ سکے کہ پہلا قول اظہر ہے کہ مصادمت اجسام میں وہی پیش نظر ہے، قوتِ محرکہ جتنی طاقت سے حرکت دیتی ہے پھینکا ہُوا جسم اگر راہ میں مانع سے نہیں ملتا اُس طاقت کو پُورا کرکے رُک جاتا ہے اور اگر طاقت باقی ہے اور بیچ میں مقاوم مل گیا تصادم واقع ہوتا ہے اور وہ جسم ٹھوکر کھا کر بقیہ طاقت تحریک کے قدر پیچھے لوٹتا ہے یوں اُس قوت کو پورا کرتا ہے جیسے گیند بقوت زمین پر مارنے سے مشاہدہ ہے۔ اور جواب دے سکتے ہیں کہ یہ اُس حالت میں ہے کہ دونوں جانب سے تصادم ہو، ہوا سا لطیف جسم پہاڑ کے صدمہ سے ٹکر کھا کر پلٹنا ضرور نہیں غایت یہ کہ پھیل جائے بہرحال کچھ ہی اتنا یقینی ہے کہ آواز وہی آواز متکلم ہے خواہ پہلی ہی ہوا اُسے لئے ہوئے پلٹ آئی یا اس کے قرع سے آواز کی کاپی دُوسری میں اُتر گئی اور وہ لائی مگر شرع مطہر نے اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ فرمایا، قولِ ثانی پر یہ کہنا ہوگا کہ سماع میں ایجاب سجدہ کے لئے اسی تموج اول سے وقوع سماع لازم ہے اور قول اول پر قید بڑھانی واجب ہوگی کہ وہ تموج محض اُسی طاقت کا سلسلہ ہو جو تحریک گلو و زبان تالی نے پیدا کی تھی پلٹنے میں وہ قوت تنہا نہ رہی بلکہ تصادم کی قوتِ دافعہ بھی شریک ہوگئی، غرض کچھ کہئے یہی حکم سماع فونو میں ہوگا، قول ثانی پر بعینہٖ وہی فونو کا واقعہ ہے کہ تشکل باقی اور متموج ہوائے ثانی، اور قول اول پر یہاں بدرجۂ اولٰی عدم وجوب لازم کہ جب بحال بقائے تموّج و تشکّل معاً صرف تخلل تصادم و رجوع سے ایجاب نہ رہا تو یہاں کہ تموج بدل گیا بروجہ اولٰی وجوب نہ ہوگا۔ اور مختصر یہ ہے کہ سجدۂ سماع اول پر ہے نہ کہ مُعاد پر، اگرچہ خاص اس سامع کی نظر سے مکرر نہ ہو اور شک نہیں کہ سماع صدا سماع مُعاد ہے، اور فونو کی تو وضع ہی اعادہ سماع کے لئے ہوئی ہے لہٰذا ان سے ایجاب سجدہ نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

جب یہ مقدمہ جلیلہ ممہد ہولیا تو اب بتوفیقہٖ تعالٰی **تنقیح مسئلہ** کی طرف چلئے۔ یہاں صورِ عدیدہ و وجوہ شتّٰی ہیں:

وجہ اوّل: سب میں پہلے تحقیق طلب اُن پلیٹوں گلاسوں کی طہارت ہے، مسالا کہ اُن پر لگایا جاتا ہے اگر اُس میں کوئی ناپاک جُز شامل ہے (جس طرح یورپ کی اکثر اشیاء میں معہود و مشہور ہے

اُن کے یہاں شراب کے برابر کوئی شَے حافظ قوت ادویہ نہیں اور تمام تحلیلات و اعمال کیمیاویہ میں جن سے ایسی تراکیب کم خالی ہوتی ہیں اسپرٹ کا استعمال لازم ہے اسپرٹ قطعاً شراب ہے سمیت کے سبب قابل شرب نہ ہونا اُسے شراب ہونے سے خارج نہیں کرسکتا بلکہ اس کی سمیت ہی غایت جوش و اشتداد و سکر و فساد سے ہے، برانڈیاں کہ یورپ سے آتی ہیں اُن کے نشہ کی قوتیں اس کے قطرات سے بڑھائی جاتی ہیں فلاں قسم کے نوّے قطروں میں اس کا ایک قطرہ ہے فلاں کے سَو میں، اور شرابیں پینے سے نشہ لاتی ہیں اور اسپرٹ صرف سُونگھنے سے، تو وہ حرام بھی ہے اور پیشاب کی طرح نجاستِ غلیظہ بھی، کما ھو الصحیح المعتمد المفتٰی بہ (جیسا کہ صحیح اور قابلِ اعتماد، اور وہ بات کہ جس پر فتوٰی دیا گیا ہے۔ ت) جب تو ظاہر ہے کہ قرآن عظیم کا اس میں بھرنا حرام قطعی اور سخت شدید توہین و بے ادبی ہے جب وہ قالب نجس ٹھہرے تو یہ بعینہٖ ایسا ہوگا کہ کاغذ پیشاب میں بھگو کر معاذ اللہ اُس پر لکھنا جسے مسلمان تو مسلمان کوئی سمجھ والا کافر بھی گوارا نہ کرے گا۔ ہمارے علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ نجاست کی جگہ قرآن عظیم پڑھنا منع ہے ولہذا حمام میں تلاوت مکروہ ہے۔ فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے:

یکرہ ان یقرأ القراٰن فی الحمام لانہ موضع النجاسات ولا یقرأ فی بیت الخلاء[1]

مکروہ ہے کہ حمام میں قرآن مجید پڑھا جائے اس لئے کہ وہ محلِ نجاست ہے۔ اور بیت الخلاء (لیٹرین) میں بھی قرآن مجید نہ پڑھا جائے۔ (ت)

قنیہ و ہندیہ میں ہے:

لاباس بالقراءۃ راکبا وماشیا اذا لم یکن ذٰلک الموضع معدا للنجاسۃ فان کان یکرہ[2]

سوار ہونے والے اور پاپیادہ چلنے والے کیلئے قرآن مجید پڑھنے میں کچھ مضائقہ اور حرج نہیں بشرطیکہ وہ جگہ نجاست کے لئے نہ بنائی گئی ہو، اور اگر گندگی کیلئے بنی ہو تو وہاں تلاوت کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

بلکہ جن کے نزدیک موت سے بدن نجس ہوجاتا ہے اور غسلِ میت اُسے نجاست حقیقیہ سے تطہیر کیلئے رکھا گیا ہے وہ قبلِ غسلِ میت کے پاس بیٹھ کر تلاوت کو منع کرتے ہیں جب تک اُسے بالکل ڈھانک نہ دیا جائے کہ نجاست منکشفہ کا قرب ہوگا۔ تنویر میں ہے:

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الصلوٰۃ فصل فی قراءۃ القرآن مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۷۸

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ القنیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۶

کرہ قراءۃ القرآن عندہ الٰی تمام غسلہ[1]

میّت کو غسل دینے تک اُس کے پاس قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

عللہ الشرنبلالی فی امداد الفتاح تنزیہا للقرآن عن نجاسۃ المیت لتنجسہ بالموت قیل نجاسۃ خبث وقیل حدث و علیہ فینبغی جوازہا کقراءۃ المحدث[2]

امداد الفتاح میں علامہ شرنبلالی نے اس کی یہ تعلیل ذکر فرمائی تاکہ قرآن مجید کو میّت کی نجاست اور ناپاکی سے بچایا جائے کیونکہ نجاست اسے موت کی وجہ سے ناپاک کردیتی ہے۔ پھر اس نجاست میں اختلاف ہے، چنانچہ بعض نے کہا کہ یہ نجاست خبث ہے جبکہ بعض کے نزدیک حدث ہے۔ لہذا اس بنیاد پر مناسب ہے کہ میّت کے پاس قرآن مجید جائز ہے جیسے بے وضو کا یا د سے قرآن مجید پڑھنا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

وذکر ط ان محل الکراھۃ اذا کان قریبا منہ اما اذا بعد عنہ فلا کراھۃ اھ قلت والظاھر ان ھذا ایضا اذا لم یکن المیت مسجی بثوب یستر جمیع بدنہ[3] الخ۔

علامہ طحطاوی نے ذکر کیا کہ اِس کراہت کا محل یہ ہے کہ جب میّت کے قریب بیٹھا ہو، لیکن جب اس سے دور بیٹھا ہے (اور قرآن مجید پڑھ رہا ہے) تو پھر کراہت نہ ہوگی اھ میں کہتا ہوں یہ کراہت بھی تب ہوگی کہ جب میّت کسی ایسے کپڑے سے جو اس کے سارے جسم کو چھپائے ڈھانپی ہوئی نہ ہو الخ۔ (ت)

جب قُربِ نجاست میں تلاوت منع ہوئی کہ اُس ہوا کا جو اشکال حروف قرآن کی حامل ہے محلِ نجاست پر گزر نہ ہو تو خود نجس چیز میں معاذ اللہ اُن اشکالِ طاہرہ کا مرتسم کرنا کس درجہ سخت حرام ہوگا۔

اقول وبما بینا ظھر وجہ التقیید بان لایکون جمیع بدنہ مسجی فافھم۔

اقول (میں کہتا ہوں) جو کچھ ہم نے بیان کیا اس سے قید لگانے کی وجہ ظاہر ہوگئی کہ میّت کا پورا جسم ڈھانپا ہوا نہ ہو۔ پس اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

[2] " " " " " " ۱/۱۲۰ - ۱۱۹

[3] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۸۳

بلکہ حق یہ ہے کہ اس تقدیر پر جہل مردم و ناواقفی حال آلہ و عدم نیت و عدم تنبہ کا قدم درمیان نہ ہو تو دیدہ و دانستہ اُن میں آیات بھرنے والے کا حکم معاذ اللہ القائے مصحف فی القاذورات (اللہ تعالٰی کی پناہ ۔ یہ تو مصحف شریف کو نجاستوں میں پھینکنا ہے ۔ ت) کے مثل ہو تاہم روشن کر چکے کہ تمام جلوہ گاہوں میں وہی صفت الٰہیہ بعینہا حقیقۃً جلوہ فرما ہوتی ہے تو اُس کے لئے معاذ اللہ یہ ناپاک کسوت مقرر کرنا کس درجہ ایمان ہی کے مخالف ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ۔ پھر یہ توہین خبیث صرف اُن بھرنے والوں ہی کے ساتھ نہ جائے گی بلکہ باوجود اطلاع اُسے تحریک دے کر الفاظ قرآنی کی آواز اُس سے ادا کرنے والے اسکی خواہش کرکے ادا کرانے والے، سُننے والے، سُنانے والے، اس پر راضی ہونے والے، باوصف قدرت انکار نہ کرنے والے سب اُسی بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے ۔ نہ فقط یوں کہ توہین کے مرتکب صرف بھرنے والے ہوں اور یہ اُس کے روا رکھنے گوارا کرنے والے نہیں ۔ نہیں بلکہ ہر بار بعینہٖ ویسی ہی توہین جدید کے یہ خود پیدا کرنے والے کہ اُنھوں نے گویا نقوش کتابت قرآنیہ اُس نجس میں لکھے اُنھوں نے الفاظ تلاوت قرآنیہ اُس پر گزرتے ہوئے ادا کئے بلکہ اس وقت اس کی تجلی بے پردہ و حجاب جلوہ فرما ہوگی بھری ہوئی چوڑیوں میں نقوش قرآنیہ ہونا ہر شخص نہ سمجھے گا اور اب جو ادا کیا جائے گا کسی کو اس کے قرآن ہونے میں اصلاً اشتباہ نہ ہوگا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے تحفظ اور بھلائی کرنے کی قوت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ اور بڑی شان والے کی توفیق دینے ۔ ت)

وجہ دوم: یہ صورت تو وہ تھی کہ اُن کا گلاسوں پلیٹوں کا پلید و نجس ہونا معلوم یا مظنون ہی ہو

فان الظن فی الفقہیات ملتحق بالیقین لاسیما مثل امر الاحتیاط فی الدین ۔

کیونکہ فقہی مسائل میں گمان، یقین کے ساتھ ملحق ہے ۔ خصوصاً اس نوع کے دینی احتیاط کے معاملہ میں ۔ (ت)

بلکہ اگر حالتِ شبہہ ہو جب بھی حکم احتراز ہے کہ محرمات میں شبہہ ملتحق بیقین ہے، کما نص علیہ فی الھدایۃ وغیرھا (جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے ۔ ت) اب وہ صورت فرض کیجئے کہ پلیٹ وغیرہ کی طہارت یقینی ہو اس کے اجزاء اور بنانے کا طریقہ معلوم ہو جس میں کہیں کسی نجاست کا خلط نہیں تو اس میں ایک کھُلی سخت شدید نجاست معنوی رکھی ہوتی ہے وہ یہ کہ اس کا عام بجانا، سُننا، سنانا سب کھیل تماشے کے طور پر ہوتا ہے ۔ قرآن عظیم اس لئے نہیں اترا ۔ اُسی عزّت والے عزیز عظیم سے پُوچھو کہ وہ کھیل کے طور پر اپنے سننے والوں کی نسبت کیا فرماتا ہے:

اقترب للناس حسابھم وھم فی

لوگوں کے لئے ان کا حساب نزدیک آیا اور وہ

غفلة معرضون ○ ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ وھم یلعبون ○ لاھیة قلوبھم[1]

غفلت میں روگرداں پڑے ہیں، نہیں آتا اُن کے پاس اُن کے رب سے کوئی نیا ذکر مگر اُسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں دل کھیل میں پڑے ہوئے۔

اور فرماتا ہے:

افمن ھذا الحدیث تعجبون ○ وتضحکون ولا تبکون ○ وانتم سامدون[2]

تو کیا اس کلام کو اچنبا بناتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھیل میں پڑے ہو۔

اور فرماتا ہے:

وذر الذین اتخذوا دینھم لعبا ولھوا وغرتھم الحیٰوة الدنیا وذکر بہ ان تبسل نفس بما کسبت لیس لھا من دون اللہ ولی ولا شفیع وان تعدل کل عدل لا یؤخذ منھا اولٰئك الذین ابسلوا بما کسبوا لھم شراب من حمیم وعذاب الیم بما کانوا یکفرون[3]

چھوڑ دے اُن کو جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا اور دُنیا کی زندگی نے انھیں فریب دیا اور اس قرآن سے لوگوں کو نصیحت دے کہیں پکڑی نجائے کوئی جان اپنے کیے پر کہ خدا سے جدا نہ اُس کا کوئی حمایتی ہو نہ سفارشی اور اگر اپنے چھڑانے کو سارے بدلے دے کچھ نہ لیا جائے یہ ہیں وہ لوگ کہ اپنے کیے پر گرفتار ہوئے انھیں پینا ہے کھولتا پانی اور دکھ کی مار بدلہ ان کے کفر کا۔

اور فرماتا ہے:

ونادیٰ اصحٰب النار اصحٰب الجنة ان افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم اللہ قالوا ان اللہ حرمھما علی الکٰفرین ○ الذین اتخذوا دینھم لھوا ولعبا وغرتھم الحیٰوة الدنیا فالیوم ننسٰھم کما نسوا لقاء

دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں اپنے فیض سے تھوڑا پانی دو یا وہ رزق جو خدا نے تمھیں دیا وہ کہیں گے بیشک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا اور انھیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا تو آج ہم ان کو بھلا دیں گے جیسا وہ بھولے اُس دن

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱ تا ۳

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۵۹ تا ۶۱

[3] " " ۶/ ۷۰

[4] " " ۷/ ۵۰

یومھم ھذا و ما کانوا بایٰتنا یجحدون [1] کاملنا اور جیسا جیسا ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

واقعی کفار نے یہ بڑا داؤ مسلمانوں سے کھیلا کہ اُن کے دین کی جڑ اُن کے ایمان کی اصل قرآن عظیم کو خود اُن کے ہاتھوں کھیل تماشا بنوا دیا یہ ان لوگوں کے فونو سے قرآن سننے سنانے کا خاص جزئیہ ہے کہ قرآن عظیم نے اس کی ایجاد سے تیرہ سو برس پہلے ظاہر فرما دیا اس سے بڑھ کر اور سخت بلا کیا ہوگی اس سے بدتر اور گندی نجاست کیا ہوگی۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

وجہ سوم: زید اس مجمع لہو و لغو میں ہے تماشے کے طور پر قرآن مجید سنایا جا رہا ہے اس کا دعوٰی ہے کہ میں تذکر و تفکر ہی کے طور پر سن رہا ہوں مجھے لہو مقصود نہیں، اگر یہ صحیح ہو جب بھی وہ گناہ و جرم سے بری نہیں ایسے مجمع میں شریک ہونا ہی کب جائز تھا اگرچہ تیری نیت نیت خیر ہو۔ کیا قرآن عظیم نے نہ فرمایا:

واذا رأیت الذین یخوضون فی اٰیٰتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ و امّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین [2]

اور جب تو انھیں دیکھے جو ہماری آیتوں کو مشغلہ بنا رہے ہیں تو اُن سے منہ پھیر لے یہاں تک کہ وہ کسی اور بات کے شغل میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس سے فوراً اُٹھ کھڑا ہو۔

یہ کیا اسی کی یاد دہانی میں دوسری جگہ اس سے بھی صاف تر و سخت تر نہ فرمایا:

وقد نزّل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بھا و یستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ان اللہ جامع المنٰفقین و الکٰفرین فی جھنم جمیعا [3]

بیشک اللہ تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب تم سنو کہ خدا کی آیتوں پر گرویدگی نہیں کی جاتی اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو تم اُن کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات کے شغل میں پڑیں اور وہاں بیٹھے تو تم بھی انھیں جیسے ہو بیشک اللہ تعالٰی منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

آیتوں کو کھیل بنانے والے کافر ہوئے، اُس وقت اُن کے پاس بیٹھنے والے منافق ٹھہرے،

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۵۰ و ۵۱ [2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] 〃 ۴/ ۱۴۰

یہاں پاس بیٹھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہنم میں بھی اکٹھے رہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ معالم التنزیل میں ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا:

دخل فی ھٰذہ الاٰیۃ کل محدث فی الدین وکل مبتدع الٰی یوم القیٰمۃ۔[1]

اس آیت میں قیامت تک کا ہر مبتدع ہر بدمذہب داخل ہے۔

وجہ چہارم: صلحاء نے خاص اپنا جلسہ کیا جس میں سب نیت صالح والے ہیں اور تفکر و تذکر ہی کے طور اس میں سے قرآن مجید سنا خاص اُس سے سُننے کی یہ ضرورت تھی کہ اس میں کسی اعلٰی قاری کی نہایت دردناک و دلکش قرارت بھری ہے اس میں سے قرارت سنانے والا بھی انھیں میں کا ہے کہ اس نے اس کا بنانا چلانا سیکھ لیا ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اب یہاں دو نظریں ہیں: نظر اولٰی و نظر دقیق۔

نظر اولٰی صاف حکم کرے گی کہ اب اس میں کیا حرج ہے، جب پلیٹیں طاہر و پاک فرض کرلی گئیں تو حرج صرف نیت لہو کا رہا اس سے یہ لوگ منزّہ ہیں اور بھرنے والوں کی نیت فاسدہ کا ان پر کیا اثر۔

قال اللہ تبارک وتعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی۔[2]

اللہ تبارک وتعالٰی نے ارشاد فرمایا: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی (ت)

اور کوئی فی نفسہٖ جائز کام کفار سے سیکھنے میں حرج نہیں اگرچہ انھیں کی ایجاد ہو جیسے گھڑی، تار، ریل وغیرہا، اور فونو بذاتِ خود معازف ومزامیر سے نہیں کہ اس کے لئے کوئی خاص آواز ہی نہیں جس کے واسطے اُسے وضع کیا ہو یا اس سے قصد کیا جاتی ہو وہ تو ایک آلہ مطلقہ ہے جس کی نسبت ہر گونہ آواز کی طرف ایسی ہے جیسی اوزان عروضیہ کی کلام کی طرف بلکہ حروف ہجا کی معنی کی طرف، حروف ہجا من حیث ہی حروف الہجا علوم رسمیہ میں کسی خاص معنی کے لئے موضوع نہیں بلکہ وہ آلۂ تادیہ معانی مختلفہ ہیں جیسے معنی چاہیں اُن سے ادا کر سکتے ہیں اچھے ہوں خواہ بُرے، یہاں تک کہ ایمان سے کفر تک سب انھیں حروف سے ادا ہوتا ہے ایسے آلۂ مطلقہ کو من حیث ہی کذا حسن یا قبیح کسی کے ساتھ موصوف نہیں کر سکتے بلکہ وہ مدح و ذم وثواب وعقاب میں اس چیز کا تابع ہوتا ہے جو اس سے ادا کی جائے، تلوار بہت اچھی ہے اگر اس سے حمایت اسلام

---

[1] معالم التنزیل علٰی ہامش الخازن تحت آیۃ وقد نزل علیکم فی الکتٰب الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۱۲

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

کی جائے اور سخت بری ہے اگر خونِ ناحق میں برتی جائے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا:

الشعر بمنزلة الکلام فحسنه کحسن الکلام وقبیحه کقبیح الکلام۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد[1] والطبرانی فی المعجم الاوسط عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص وابویعلی عنه وعن ام المومنین الصدیقة والدارقطنی عن عروة عنها والشافعی عن عروة مرسلا رضی اللہ تعالٰی عنهم و اسنادہ حسن۔

شعر بمنزلۂ کلام کے ہے تو اس کا اچھا مثل اچھے کلام کے ہے اور اس کا برا مثل برے کے۔ (امام بخاری نے ادب المفرد میں، امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ اور محدث ابویعلٰی نے اُن سے اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے بھی اسے روایت کیا ہے۔ اور امام دارقطنی نے بواسطہ حضرت عروہ مائی صاحبہ سے۔ اور امام شافعی نے حضرت عروہ سے بطور ارسال اسے روایت فرمایا ہے۔ اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ اس حدیث کی سند درجہ حسن رکھتی ہے۔ ت)

یہ اسی سبب کے اوزانِ عروضیہ ادائے ہر گونہ کلام کے آلہ ہیں تو ان پر فی انفسہا کوئی حکمِ حسن وقبح نہیں ہوسکتا بلکہ مؤدی بہا کے تابع ہوں گے شعر میں اچھی بات ادا کی جائے تو حدیث صحیح میں ان من الشعر لحکمة[2] (بیشک بعض شعر ضرور حکمت ہوتے ہیں۔ ت) ارشاد ہوا ہے اور یاوہ سرائی یا ہرزہ درائی کی جائے تو الشعراء یتبعهم الغاؤن[3] (اور شاعروں کی پیروی اور اُن کا اتباع گمراہ کرتے ہیں۔ ت) فرمایا گیا وہاں ان اللہ یؤید حسان بروح القدس (اللہ تعالٰی حضرت جبریل سے حضرت حسان کی تائید کرتا ہے۔ ت) کی بشارت جانفزا ہے اور دوسری طرف امرؤ القیس صاحب لواء الشعراء الی النار (امرؤالقیس شاعروں کا علمبردار آتش دوزخ میں ہے۔ ت) کی وعید جانگزا۔[4] رواہ احمد والبزار عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه (اسے احمد و بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۷۶۹۲ ریاض ۸/۳۴۰ و ادب المفرد حدیث ۸۶۵ مکتبہ اثریہ شیخوپورہ ص ۲۲۳

[2] ادب المفرد حدیث ۸۶۵ باب من قال ان من البیان سحرا الخ المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ ص ۲۲۵
صحیح البخاری کتاب الادب باب مایجوز من الشعر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۷

[3] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۴

[4] کنز العمال برمز حم ق عن عائشہ حدیث ۳۳۲۲۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۹۶۲
مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/۷۲

تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت) بعینہٖ یہی حالت فونو کی ہے کہ وہ کسی صوت خاص کے لئے موضوع نہیں جسے معازف ومزامیر میں داخل کرسکیں بلکہ ادائے ہر قسم آواز کا آلہ ہے تو حسن وقبح ومنع واباحت میں اُسی آواز مؤدی بہ کا تابع ہوگا جب تک خارج سے کوئی مغیر عارض نہ ہو اگر اس میں سے مزامیر کی آواز سنی جائے تو حکم مزامیر میں ہے اور بہ نیت تذکرہ وعظ وتذکیر کی آواز سنی جائے تو حکم وعظ وتذکیر میں اور واعظ و مذکر کا ذی روح ہونا کچھ شرط نہیں ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش　　　　ور نبشت ست پند بر دیوار

(مرد کو چاہئے کہ اپنے کانوں سے نصیحت سُنے اگرچہ کلماتِ نصیحت کسی دیوار پر لکھے ہوں۔ت)

آلہ ادا میں فی نفسہٖ کوئی آواز ودیعت ہی نہیں ہوتی آوازیں تو رکاوٹوں میں ہیں آلہ محض مثل گلو و حنجرہ ہے جس سے ہر طرح کی صوت نکال سکتے ہیں تو خراب وناجائز پلیٹوں کا حکم پاک وجائز قالبوں کی طرف کیوں ساری ہونے لگا اور اگر بھرنے والوں نے ایک ہی ریکارڈ کے ایک پہلو پر کچھ آیات یا اشعار حمد و نعت اور دوسرے پر کچھ خرافات بھری ہیں تو یہ بے ادبی وجمع ضدین ان کا فعل ہے خذ ما صفا و دع ما کدر (جو صاف ہو لے لو، جو گدلا ہو چھوڑ دو۔ت) پر عمل کرنے والے اُس پر کیوں ماخوذ ہوں گے اس کی نظیر کنیز مشترک ہے اس کے ایک صالح مولے نے اُسے قرآن عظیم پڑھایا دوسرے فاسق نے گانا سکھایا تو اس کے گلے سے دونوں چیزوں کا ادا ہوسکنا صالح آقا کو اس سے قرآن عظیم سننا منع نہ کریگا عرف میں اسے باجا کہنا مزامیر ومعازف ممنوعہ کے حکم میں داخل نہ کرے گا۔

فان الامور لمقاصدھا وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[1]

کیونکہ کاموں کا اعتبار بلحاظ ان کے مقاصد کے ہے۔ اعمال کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے کہ جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ (ت)

معازف ومزامیر آلات لہو وطرب ہیں جو خاص موسیقی کی آوازیں ادا کرنے کو لذت نفسانی و نشاط شیطانی کے لئے وضع کئے گئے ہر غیر ذی روح جس سے آواز کسی مقصد حسن یا مباح کے لئے پیدا کی جائے اس میں داخل نہیں ہوسکتا اگرچہ اس سے آواز نکالنے کو بجانا کہیں یوں تو طبل غازی ونقارہ سحری بھی باجا ہے ریل کے انجن میں جو سوراخ دھواں نکالنے کو رکھا جاتا ہے جس سے لوگوں کا جان ومال بچانے کے لئے اُن کی اطلاع دہی کو آواز نکالی جاتی ہے اس آواز کو بھی سیٹی یا پپیہا کہتے ہیں مگر

---

[1] صحیح البخاری　باب کیف کان بدء الوحی الخ　قدیمی کتب خانہ کراچی　۱/ ۲

یہ نام اس فعل حسن کو ممنوع سیٹی اور پیپے کے حکم میں نہ کر دے گا، بالجملہ یہاں جو کچھ حرج آیا نیتِ لہو سے یا مجمع لہو سے ہے کہ قرآن عظیم کا اس نیت سے سننا لذاتہٖ حرام قطعی اور اس مجمع میں سننا لغیرہٖ ممنوع شرعی۔ جب یہ دونوں منتفی ممانعت منتفی۔ یہ نظرِ اولےٰ کی تقریر ہے، اور **نظرِ دقیق فرمائیگی** کہ یہ سب کچھ حق و بجا مگر فعل حرج سے اب بھی نہ بچا، بھرنے والوں کے مقاصد فاسدہ معلوم ہیں کہ لہو ولعب ہے اور اس کے ذریعہ سے ٹکا کمانا تو ان کا بنانا حرام اور اُسے استعمال کرنے والے اُس حرام کے معین ہوئے، اگر لوگ نہ خریدتے نہ سنتے تو وہ ہرگز قرآن عظیم بھرنے کی جرأت نہ کرتے۔ شریعتِ مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ جس بات سے حرام کو مدد پہنچے اُسے بھی حرام فرمادیتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان [1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (لوگو!) گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔(ت)

جو چیز بنانا ناجائز ہو اُسے خریدنا استعمال میں لانا بھی منع ہوتا ہے کہ یہ نہ لیں تو وہ کیوں بنائیں اُن کا مول لینا اور کام میں لانا ہی انھیں بنانے پر باعث ہوتا ہے ولہذا خواجہ سراؤں کا خریدنا اُن سے کام خدمت لینا شرعاً منع ہوا، اور ائمہ کرام نے اس کی علت بھی بیان فرمائی کہ آدمی کو خصی کرنا حرام ہے یہ فعل اگرچہ ان خریدنے والوں کا نہیں مگر ان کا خریدنا ہی ان فاسقوں کو اس پر جرأت دلاتا ہے کوئی مول نہ لے تو کیوں ایسی ناپاکی کریں۔ امام ابوجعفر طحاوی معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

لما نھی عن اخصاء بنی اٰدم کرہ بذلك اتخاذ الخصیان لان فی اتخاذھم مایحمل من تخصیصھم علی اخصائھم لان الناس اذا تحاموا اتخاذھم لم یرغب اھل الفسق فی اخصائھم وقد حدثنا ابن ابی داؤد ثنا القواریری ثنا عفیف بن سالم ثنا العلاء بن عیسی الذھلی قال اتی

جب اولاد آدم کے خصی (نامرد کرنا) کرنے سے منع کر دیا گیا پس اسی لئے خصی افراد سے خدمت لینا اور انھیں کسی کام میں استعمال کرنا مکروہ ہے کیونکہ استعمال کرنے سے لوگوں کا انھیں خصی کرنے پر ابھار اور آمادگی پیدا ہوتی ہے، کیونکہ جب لوگ انھیں استعمال کرنے سے بچیں اور پرہیز کریں تو پھر بدکار اور اوباش لوگ انسانوں کو خصی کرنے کی طرف رغبت نہ کریں۔ ابن ابی داؤد، القواریری، عفیف بن سالم، العلاء بن عیسٰی الذہلی کے چند وسائط

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

عمر بن عبد العزیز بخصی فکرہ ان یبتاعہ وقال ما کنت لاعین علی الاخصاء فکل شیئ فی ترک کسبہ ترک لبعض اہل المعاصی فلا ینبغی کسبہ[1]

ہم تک (یعنی امام ابوجعفر طحاوی تک) یہ حدیث پہنچی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک خصی آدمی لایا گیا تو آپ نے اس کو خریدلینا ناپسند کیا، اور فرمایا میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ انسان کے خصی کرنے پر بدکرداروں سے تعاون کروں۔ پھر ہر کام کہ جس کے نہ کرنے سے بعض گناہگاروں سے گناہ چھوٹ جاتا ہے تو پھر نامناسب ہے کہ ایسا کام کیا جائے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

یکرہ استخدام الخصیان لان الرغبۃ فی استخدامھم حث الناس علی ھذا الصنیع وھو مثلۃ محرمۃ[2]

خصی لوگوں سے خدمت لینا مکروہ ہے کیونکہ اُن سے خدمت لینے کی رغبت رکھنا لوگوں کو اس بُرے کام پر آمادہ کرنا ہے، اور یہ "مثلہ" ہونے کی وجہ سے حرام ہے (ت)

غایۃ البیان میں مختصر امام طحاوی سے ہے:

یکرہ کسب الخصیان وملکھم واستخدامھم وقال ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ لولا استخدام الناس ایاھم لما اخصاھم الذین یخصونھم[3]

خصی لوگوں کی کمائی، اور اُن کا ملک (یعنی ملکیت) اور اُن سے خدمت لینا یہ سب کام مکروہ ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا، اگر لوگوں کا اُن سے خدمت لینا نہ ہوتا تو پھر جو لوگ انہیں خصی کرتے ہیں وہ کبھی انہیں خصی نہ کرتے۔ (ت)

اسی دلیل سے ہمارے علماء نے بیل بکرے کے خصی کرنے اور گھوڑی سے خچر لینے کا جواز ثابت فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو خصی دُنبے قربانی کئے اور خچر پر سواری فرمائی، اگر یہ فعل ناجائز ہوتے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کو کام میں نہ لاتے۔ شرح معانی الآثار شریف میں ہے:

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب السیر باب انزاء الحمیر علی الخیل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۶۲
[2] الہدایہ کتاب الکراھیۃ مسائل متفرقہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۷۲
[3] مختصر الطحاوی " یکرہ کسب الخصیان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۴۳

قد رأینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ضحی بکبشین موجوئین وھما المرضوضان خصاھما والمفعول بہ ذٰلک قد انقطع ان یکون لہ نسل فلو کان اخصاؤھما مکروھا اذا لما ضحی بھما رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

بیشک ہم نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے دو خصّی مینڈھوں کی قربانی کی، یعنی وہ دو ایسے دُنبے تھے کہ جن کے دونوں خصیے کوفتہ تھے۔ اور جس کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائے اسکی نسل ختم ہوجاتی ہے۔ اگر دنبوں کو خصی کرنا مکروہ ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے مکروہ جانوروں کی کبھی قربانی نہ کرتے۔ (ت)

اُسی کے باب انزاء الحمیر علی الخیل میں ہے:

لوکان مکروھا لکان رکوب البغال مکروھا لانہ لولا رغبۃ الناس فی البغال و رکوبھم ایاھا لما انزئت الحمیر علی الخیل۔[2]

گدھوں کا گھوڑی سے جفتی کرانا، اگر یہ مکروہ ہوتا تو ضرور خچروں پر سوار ہونا مکروہ ہوتا، اس لئے کہ اگر لوگوں کی خچروں کی طرف اور ان کی سواری کی طرف رغبت نہ ہوتی تو کبھی گدھوں سے گھوڑی پر جفتی نہ کرائی جاتی۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

لاباس باخصاء البھائم وانزاء الحمیر علی الخیل وقد صح ان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم رکب البغلۃ فلو کان ھذا الفعل حرام لما رکبھا لما فیہ من فتح بابہ۔[3]

چوپایوں کے خصی کرنے میں اور گدھوں سے گھوڑی پر جفتی کرانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح روایت میں یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خچر پر سوار ہوئے ہیں اگر یہ کام حرام ہوتا تو آپ کبھی خچر پر سوار نہ ہوتے کیونکہ اس میں برائی کا دروازہ کھلتا ہے۔ (ت)

اسی باب سے ہے کہ قوی تندرست قابلِ کسب جو بھیک مانگتے پھرتے ہیں اُن کو دینا گناہ ہے کہ اُن کا بھیک مانگنا حرام ہے اور اُن کو دینے میں اس حرام پر مدد، اگر لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور کوئی

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب اخصاء البہائم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۲۱

[2] ” ” کتاب السیر باب انزاء الحمیر علی الخیل ” ” ۲/ ۱۷۶

[3] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ مسائل متفرقہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۷۲

پیشہ حلال اختیار کریں۔ درمختار میں ہے:

لایحل ان یسأل شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب ویأثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم[1]

یہ حلال نہیں کہ آدمی کسی سے روزی وغیرہ کا سوال کرے جبکہ اس کے پاس ایک دن کی روزی موجود ہو یا اُس میں اس کے کمانے کی طاقت موجود ہو، جیسے تندرست کمائی کرنے والا، اور اُسے دینے والا گنہگار ہوتا ہے اگر اس کے حال کو جانتا ہے، کیونکہ حرام پر اس نے اُس کی مدد کی۔ (ت)

یہ اصل کلی یاد رکھنے کی ہے کہ بہت جگہ کام دے گی، جس چیز کا بنانا ناجائز ہوگا اسے خریدنا کام میں لانا بھی ممنوع ہوگا اور جس کا خریدنا کام میں لانا منع نہ ہوگا اس کا بنانا بھی ناجائز نہ ہوگا،

فان رفع التالی ینتج رفع المقدم کما ان وضع المقدم ینتج وضع التالی۔

اس لئے کہ رفعِ تالی، رفعِ مقدم نتیجہ دیتی ہے۔ جس طرح وضعِ مقدم، وضعِ تالی کا نتیجہ دیتی ہے (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اور یہ خیال کہ ایک ہمارے چھوڑے سے کیا ہوتا ہے ہم نہ لینگے تو اور ہزاروں لینے والے ہیں مقبول نہیں، ہر ایک کا یہی خیال رہے تو کوئی بھی نہ چھوڑے تو حکمِ شرع معطل رہ جائے، چھوٹے گا یوہیں کہ ہر ایک اپنے ہی استعمال کو اُس کا ذریعہ اصلاح سمجھے، جب سب چھوڑ دینگے آپ ہی بنانا معدوم ہوجائے گا، اور اگر نہ چھوڑیں تو ہر ایک کو اپنی قبر میں سونا اپنے کئے کا حساب دینا ہے اوروں سے کیا کام، ایسی ہی جگہ کے لئے ارشاد ہوا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم[2]

اے ایمان والو! تم اپنی جان کی اصلاح کر لو تمہیں اوروں کی گمراہی سے نقصان نہیں جبکہ تم خود راہ پر ہو۔

اگر کہئے یہ تو اُن افعال میں سے جو فی نفسہٖ مذموم ہیں تلاوت کی آواز گلا اس میں ودیعت رکھنا بنفسہٖ مذموم نہیں، اُن کی نیت لہو وغیرہ مقاصد ومفاسد نے اُسے ممنوع کیا۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) کلام واقع سے ہے نہ محض فرض سے، جب واقع یہ ہے تو اس کی حرمت میں شک نہیں اور اس حرام کا دروازہ تمہیں خریدنے والوں کام میں لانے والوں نے کھولا، کوئی

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۲

[2] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵

مول نہ لے تو وہ کیوں ایسی ناپاکی کریں پھر عذر کا کیا محل، واللہ العاصم عن سبیل الزیغ و الزلل (ٹیڑھے اور پھسلنے والے راستوں سے اللہ بچاتا ہے۔ ت) اور قرآن عظیم ہی کے حکم میں ہیں اشعارِ حمد و نعت و منقبت و جملہ عبارات و کلماتِ معظمہ دینیہ کہ نہ اُن کو نجس چیز میں لکھنا جائز، یہ وجہ اول ہوئی۔ نہ انھیں کھیل تماشا بنانا جائز، یہ وجہ دوم ہوئی۔ نہ انھیں لہو و لغو بنانے کے جلسے میں شریک ہونا جائز اگرچہ اپنی لعب کی نہ ہو یہ وجہ سوم ہوئی۔ نہ اُن کی خریداری و استعمال سے لہو بنانے والوں کی مدد جائز، یہ وجہ چہارم ہوئی۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لہو مباح میں تو اپنا ذکر کریم ناپسند فرمایا اور انصار کی کمسن لڑکیوں نے بعد تقریب شادی کے گانے میں یہ مصرع پڑھا، ع

وفینا نبی یعلم ما فی غد

(ہم میں وہ نبی ہیں جو آئندہ کی باتیں جانتے ہیں)

ان کو منع فرما دیا کہ:

دعی ھٰذہٖ وقولی بالذی کنت تقولین[1]۔ اسے رہنے دو وہی کہے جاؤ جو کہہ رہی تھیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف اواخر کتاب مسئلۃ السماع میں فرماتے ہیں:

ولذا لما دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیت الربیع بنت معوذ وعندھا جواریغنین فسمع احدٰھن تقول "وفینا نبی یعلم ما فی غد" علی وجہ الغناء فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دعی ھذا وقولی ما کنت تقولین وھذا شھادۃ بالنبوۃ فزجرھا عنھا وردھا

یہی وجہ ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ربیع دختر معوذ کے گھر تشریف لے گئے تو انکے پاس بچیاں گیت گا رہی تھیں تو حضور اقدس نے اُن میں سے ایک کو یہ کہتے سنا کہ ہمارے اندر وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔ وہ بچیاں گیت کے طور پر گا رہی تھیں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اس کو چھوڑ دو اور وہی کہتی رہو جو پہلے کہہ رہی تھیں" تو اس پر نبوت کی گواہی تھی لیکن حضور علیہ السلام نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۷۳

الی الغناء الذی ھو لھولان ھذا جد محض فلا یقرن بصورۃ اللھولہ

اس کہنے پر انھیں ڈانٹ دیا اور اُس گانے کی طرف لوٹا دیا جو ایک کھیل کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے کہ یہ ایک خالص سنجیدگی ہے لہذا جو چیز صورۃً کھیل ہو اس سے بھی اس کا ملاپ ٹھیک نہیں۔ (ت)

یعنی یہ مصرع حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی تھی کہ خدا کے بتائے سے اصالۃً غیب کا جاننا نبوت ہی کی شان ہے تو حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ اُسے صورتِ لہو میں شامل کیا جائے لہذا اس سے روک دیا۔ وہابیہ اس حدیث کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں اور بات صرف اتنی ہے یہ بھی نہیں سُوجھتا کہ اگر نسبت علم امور غیب ہی ناپسند فرماتے تو کن سے، کم فہم عورتوں سے، اور وُہ بھی لڑکیاں کہ منجر بمعنی ناجائز نہ ہو اور جب مرد عاقل مالک بن عوف ہوازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنا قصیدہ نعتیہ حضور میں عرض کیا ہے جس میں فرمایا: ؎

ومتی تشاء یخبرك عما فی غد[2]

توجب چاہے یہ نبی تجھے آئندہ کی باتیں بتادیں۔

اُن پر کیوں نہ انکار فرمایا حالانکہ انھوں نے تو اُن لڑکیوں سے بہت زیادہ کہا جس سے قیامت تک کے کُل غیبوں کا بالفعل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم ہونا یا کم از کم اُن کا جان لینا حضور کے اختیار میں دے دیا جانا ظاہر جس کی تشریح ہم نے اپنی کتاب الامن والعلی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء میں ذکر کی انکار فرمانا درکنار حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس قصیدہ کے صلہ میں اُن کے لئے کلمۂ خیر فرمایا اور انھیں خلعت پہنایا اور انھیں ان کی قوم ہوازن و قبائل ثمالہ وسلمہ وفہم پر سردار فرمایا

کما رواہ المعانی فی الجلیس والانیس بطریق الحرمازی عن ابی عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ تعالٰی عنہ وابن اسحاق عن ابی وجزۃ یزید بن عبید السعدی۔

جیسا کہ معافی نے اس کو جلیس وانیس میں حرمازی کے طریق پر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ابن اسحٰق نے ابی وجزہ یزید بن سعدی سے اسے روایت کیا۔ (ت)

---

[1] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد الباب الثانی مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۰

[2] تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر تحت آیۃ ۹/ ۲۷ دار احیاء الکتب العربیہ مصر ۲/ ۳۴۶

وللہ الحمد جب لہو مباح میں اپنا ذکر پاک پسند نہ فرمایا تو لہو باطل کا کیا ذکر۔

بالجملہ خلاصۂ حکم یہ کہ

یہاں تین چیزیں ہیں، ممنوعات، معطلات، مباحات۔

اوّل کا سُننا مطلقاً حرام و ناجائز ہے اور فونو سے جو کچھ سنا جائے گا وہ بعینہٖ اُسی شے کی آواز ہوگی جس کی صوت اس میں بھری گئی، مزامیر ہوں خواہ ناچ خواہ عورت کا گانا وغیرہا، اصل کا جو حکم تھا بے تفاوت سرِ مُو اس کا ہوگا کہ یہ خود ہی اصل ہے نہ کہ اس کی نقل، طبلہ یا ستار کی آواز ہے تو بلاشبہہ وہ طبلہ اور ستار کی آواز ہے نہ کہ فونو کی، کہ فونو اپنی کوئی آواز نہیں رکھتا اور وہ بھی اسی طبلہ اور ستار کی ہے نہ کہ دوسرے کی، اور وہ بھی اُسی وقت کی آواز ہے جو بھرتے وقت بجائی گئی تھی نہ کہ اور وقت کی۔ یوں ہی عورت کا گانا ہے تو یقیناً وہ عورت ہی کا گانا ہے نہ کہ فونو کا کہ فونو گانے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور وہ بھی اُسی عورت کا گانا ہے نہ کہ دوسری کا، اور وہ بھی اُس کا اُسی وقت کا گانا ہے جو بھرتے وقت وہ گائی تھی۔

دوم بھی مطلقاً حرام و ممنوع ہیں، اگر گلاسوں پلیٹوں میں کوئی ناپاکی یا جلسہ لہو و لعب کا ہے تو تحریم سخت ہے اور خود سننے والوں کی نیت تماشا ہے تو اور بھی سخت تر خصوصاً قرآن عظیم میں، اور اگر اس سب سے پاک ہو تو ان کے مقاصد فاسدہ کی اعانت ہو کر ممنوع ہے اور سب سے سخت تر وبال اُن قاریوں غزل خوانوں پر ہے جو نوکری کرکے یا اجرت لے کر یا مفت گناہ خریدنے کو اپنا پڑھنا اس میں بھرواتے ہیں کہ وہ اصل بانی فساد ہُوئے بھرنے والوں اور جب تک وہ گلاس پلیٹ باقی رہیں اُن کے سننے والوں سنانے والوں سب کا گناہ ان کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوتا رہے گا اگرچہ یہ قبر میں خاک ہوگئے ہوں بغیر اس کے کہ ان سننے سنانے بھرنے بھرانے والوں کے اپنے گناہ میں کچھ کمی ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا و وزر من عمل بھا الی یوم القیٰمۃ من دون ان ینقص من اوزارھم شیئا۔[1]

جس شخص نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا تو اُس پر اس کا گناہ اور جتنے قیامت تک اس پر عمل کرینگے ان سب کا گناہ اس پر ہوگا بغیر اس کے کہ اُن کے گناہوں میں کچھ کمی واقع ہو۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بیروت ۴/۳۵۹ و ۳۶۱، وصحیح مسلم باب من سن سنۃ الخ ۲/۳۴۱ وسنن ابی داؤد ۲/۲۷۹

سوم میں تفصیل ہے اگر پلیٹوں میں نجاست ہے تو حروف وکلمات کا اُن میں بھرنا مطلقاً ممنوع ہے کہ حرف خود معظم ہیں کما بیناہ فی فتاونا (جیسے کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کر دیا ہے۔ت) اور اگر نجاست نہیں یا وہ کوئی خالی جائز آواز بے حروف ہے تو جلسۂ فساق میں اُسے سننا اہل اصلاح کا کام نہیں کہ انھیں اہل باطل سے اختلاط نہ چاہئے اور اگر تنہائی یا خاص صلحا کی مجلس ہے تو کوئی وجہ منع نہیں اور یہاں ہمارے وہ مباحث کام دیں گے جو نظر اولٰی میں گزرے پھر اگر کسی مصلحت شرعیہ کے لئے ہے جیسے عالم کو اس کے حال پر اطلاع پانے یا قوت اشغال دینے کے واسطے ترویح قلب کے لئے جب تو بہتر ورنہ اتنا ضرور ہے کہ ایک لایعنی بات ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

حسن اسلام المرء ترکہ ما لایعنیہ۔ حدیث صحیح مشہور عن سبعۃ من الصحابۃ منھم الصدیق والمرتضی والحسین رضی اللہ تعالٰی عنھم و رواہ الترمذی[1] وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

خوبیِ اسلام یہ ہے کہ آدمی لایعنی بات نہ کرے (حدیث سات صحابہ سے صحیح اور مشہور ہے ان میں سے بعض یہ ہیں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ اور ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

یہ بھی اُس حالت میں ہے کہ نادراً ہو عادت ڈالنا اور وقت اس میں ضائع کیا کرنا مطلقاً مکروہ ہوگا،

لحدیث کل شیئ من لھو الدنیا باطل الا ثلثۃ رواہ الحاکم[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ، ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی و اذ

اس حدیث کی وجہ سے کہ دنیا کا ہر کھیل سوائے تین کھیلوں کے باطل ہے۔ امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت فرمایا، یہ سب کچھ میرے نزدیک ہے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء من تکلم بالکلمۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/۵۵
سنن ابن ماجہ ابواب الفتن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۵
[2] المستدرک للحاکم کتاب الجہاد من علم الرمی ثم ترکہ الخ دار الفکر بیروت ۲/۹۵

قد خرجت العجالة فی صورۃ رسالۃ ناسب ان نسمیہا الکشف شافیا حکم فونوجرافیا لیکون علما وعلی عام التالیف علما وکان ذلک للتاسع عشر من شہر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن وقت السحور سنۃ ۱۳۲۸ الف وثلثمائۃ وثمان وعشرین من ہجرۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اور ٹھیک اور واقعی علم تو میرے رب کے پاس ہے اور یہ جلدی کیا ہوا کام ایک رسالے کی شکل میں معرضِ وجود میں آگیا، مناسب ہے کہ ہم اس کا نام الکشف شافیا حکم فونوجرافیا (یعنی شافی اور مکمل انکشاف' فونوگراف کے حکم بیان کرنے میں) رکھیں تاکہ یہ اس کا نام ہو اور اس کے سالِ تصنیف پر ایک نشان ہو، اور اس کی تصنیف ماہِ رمضان کہ جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا، سال ہجری ۱۳۲۸ھ سید المرسلین کی ہجرت مبارکہ کے مطابق' محبوب کریم اور تمام رسولوں اور حضور پاک کی سب آل اور تمام صحابہ پر اللہ تعالٰی کی بے حد و شمار رحمت و برکات ہوں، آمین۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے، اور اس بزرگی والے کا علم زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

رسالہ

الکشف شافیا حکم فونوجرافیا

ختم ہوا